145

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،20۔اکتوبر 2005

1۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ جات خوراک اور تحفظ ماحولیات)

3۔ توجہ دلاؤ نوٹس

4۔ غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

حصہ اول

(مسودہ قانون جو پیش کیا جا چکا ہے)

مسودہ قانون (ترمیم) بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی مصدرہ 2004

حصہ دوم

(مسودات قانون جو پیش کئے جائیں گے)

1۔ مسودہ قانون (تنسیخ) شادی تقریبات (امتناع نمود و نمائش اور مسرفانہ اخراجات) پنجاب مصدرہ 2005

2۔ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مصدرہ 2005

حصہ سوم

مفاد عامہ سے متعلق قرار دادیں

146

حصہ چہارم

جناب تنویر اشرف کائرہ کی تحریک کہ زرعی مارکیٹنگ بالخصوص ضلعی
ہیڈکوارٹرز کی گنجان آبادیوں میں قائم زرعی اجناس کی منڈیوں کو شہر سے باہر
منتقل کرنے کے حوالے سے حکومتی پالیسی کو زیر بحث لانا۔ (جاری۔۔۔)

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون (ترمیم) سوسائٹیز رجسٹریشن مصدرہ 2005
(فی الفور زیر غور لانے کے لئے تحریک)

عام بحث

حالیہ زلزلے سے پیدا ہونے والی صورت حال پر عام بحث

147

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

جمعرات،20۔اکتوبر2005

(یوم الخمیس،15۔رمضان المبارک1426ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں 10 بج کر 42 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر سردار شوکت حسین مزاری منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَo أَيَّامًا مَّعۡدُودَٰتٍۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوۡ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ أَيَّامٍ أُخَرَۚ وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدۡيَةٌ طَعَامُ مِسۡكِينٍۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهُۥۚ وَأَن تَصُومُواْ خَيۡرٌ لَّكُمۡۖ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَo

سُوۡرَةُ البَقَرَة آيات183 تا 184

مومنو!تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنوo(روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں)وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلادیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے۔اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہےo

وما علینا الا البلاغo

سوالات (محکمہ جات خوراک اور تحفظ ماحولیات)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب ڈپٹی سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ خوراک اور تحفظ ماحولیات کے بارے میں سوالات کئے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پہلا سوال میاں یاور زمان کا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: on hos behalf Q. No.1083 (معزز رکن نے میاں یاور زمان کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 1083 دریافت کیا)

جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

شوگر کین سیس فنڈ کے تحت چک نمبر L-4/22 سے L-4/31 اوکاڑہ تک سڑک کی تعمیر

*1083 میاں یاور زمان: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں حکومت کی جانب سے چک نمبر L-4/22 سے چک نمبر L-4/31 اوکاڑہ تک شوگر کین سیس کے تحت سڑک کی تعمیر کا منصوبہ منظور کیا گیا تھا۔ تقریباً نصف حصہ پر سڑک تعمیر ہو چکی ہے اور باقی نامکمل حالت میں ہے؟

(ب) کیا وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر مذکورہ منصوبہ کو مکمل نہیں کیا گیا۔ کیا اسے متروک کر دیا گیا ہے یا مستقبل میں اس پر عمل درآمد کا کوئی ارادہ ہے، آگاہ کیا جائے؟

وزیر خوراک:

(الف) بمطابق رپورٹ ڈسٹرکٹ آفیسر (پلاننگ) اوکاڑہ یہ درست ہے کہ لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی ضلع اوکاڑہ نے شوگر کین سیس فنڈ بابت سال 98-1997 کے تحت سڑک چک نمبر L-4/22 سے چک نمبر L-4/31 کی تعمیر کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا جس کا تخمینہ 68.02 لاکھ تھا، جناب کمشنر لاہور ڈویژن کی طرف سے مبلغ 22.45 لاکھ روپے وصول ہوئے۔ موصولہ فنڈز کے مطابق جتنی سڑک تیار ہو سکتی تھی، کر دی گئی۔ منسلکہ (الف) ایوان کی

میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) ضلعی آفیسر (شاہرات) اوکاڑہ کی وضاحت کے مطابق محکمہ ہذا کو شوگر سیس کی مد میں جو رقوم بعد میں موصول ہوئیں، وہ نئے منصوبوں پر خرچ کی گئیں۔ سڑک زیر تبصرہ چونکہ محکمہ لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی ضلع اوکاڑہ کے چارج میں تھی لہذا یہ محکمہ لوکل گورنمنٹ کی ذمہ داری تھی کہ وہ مذکورہ سڑک کے لئے فنڈز مختص کرواتی۔ محکمہ شاہرات اس سڑک کی مد میں آئندہ آنے والی گرانٹ سے رقم مختص کرے گی۔ منسلکہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ شوگر سیس فنڈز بابت کرشنگ سیزن 02-2001 سے مبلغ 68.13 لاکھ روپے کا اجراء فنانس ڈیپارٹمنٹ کی چٹھی مورخہ 2003-06-04 اور کرشنگ سیزن 03-2002 سے مبلغ 84.96 لاکھ چٹھی مورخہ 2003-06-18 کے تحت ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر اوکاڑہ کو کیا جا چکا ہے۔ مزید برآں مبلغ 10.59 لاکھ روپے جو کہ دیگر اضلاع سے اوکاڑہ کا حصہ بنتا ہے کے اجراء کا کیس فنانس ڈیپارٹمنٹ کو بھیجا جا رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

رانا آفتاب احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ سڑک کافی سالوں سے بنی تھی۔ اس کے جواب کے جز (ب) میں لکھا ہوا ہے کہ وضاحت کے مطابق محکمہ ہذا کو شوگر سیس کی مد میں جو رقوم بعد میں موصول ہوئیں وہ نئے منصوبوں پر خرچ کی گئیں۔ میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ وزیر موصوف وضاحت فرمائیں کہ پہلے سے جو منصوبہ چل رہا ہے اور مکمل نہیں ہوا کیا اسے مکمل کرنا ضروری تھا یا نئے منصوبے شروع کرنے ضروری تھے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! شوگر سیس سے جو سڑکیں بنتی ہیں ان کے لئے وہاں پر ایک ڈسٹرکٹ کمیٹی ہوتی ہے اس کے بعد پھر ایک صوبائی سطح پر کمیٹی ہوتی ہے۔ ڈسٹرکٹ کمیٹی recommend کر کے صوبائی کمیٹی کو بھجواتی ہے پھر اس کی منظوری ہوتی ہے تب اس پر کام شروع ہوتا ہے۔ اس پر جو، جو فنڈز ملتے جاتے ہیں تو ان پر کام شروع رہتا ہے۔ اس جواب میں لکھا ہے کہ جتنا فنڈ ملا تھا اتنی سڑک مکمل ہو گئی لیکن باقی مکمل نہیں ہو سکی۔ اب کمیٹی پر depend کرتا ہے کہ انہوں نے نئی سڑکیں شروع کروا دی ہیں تو اس میں محکمہ کا کوئی خاص قصور نظر نہیں آتا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف یہ وضاحت کریں کہ شوگر سیس کی رقم جو بعد میں ان کو موصول ہوئی ہے کیا نئے پراجیکٹ شروع کرنے ضروری تھے یا پہلے کو مکمل کرنا ضروری تھا۔ ایک پراجیکٹ جو پہلے سے شروع ہے وہ مکمل نہیں ہوا لیکن نئے پراجیکٹس شروع کر دیئے ہیں۔ اس طرح تو یہ wastage of development funds ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ڈسٹرکٹ کمیٹی decide کرتی ہے۔ جتنا فنڈ مختص کیا گیا اتنی سڑک بنی ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ڈسٹرکٹ کمیٹی کو کس نے کنٹرول کرنا ہے؟ Provincial Government is very much there، یہ حکومت ہے، یہ منسٹر ہیں، یہ محکمہ فوڈ کے سیکرٹری ہیں۔ یہ دیکھتے نہیں کہ ایک سڑک بن نہیں رہی۔ آپ نے ایک سڑک پر پچاس لاکھ روپیہ لگا دیا ہے لیکن 20 لاکھ کی وجہ سے وہ سڑک ٹوٹی پڑی ہے۔ What are the civil bureaucrates sitting for? What are they paid for? ہم ان کو کس چیز کی تنخواہ دے رہے ہیں؟

MR DEPUTY SPEAKER: But the District Committee itself is there.

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ڈسٹرکٹ کمیٹی نے تو فنڈز دے دیئے ہیں۔ Who is responsible? مجھے یہ بتایا جائے کہ کونسی کمیٹی responsible ہے؟

MR DEPUTY SPEAKER: It is for them to decide not the department.

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! You have to take the position of this fact. کہ جو project مکمل نہیں ہو رہا، ہر project پر اس کی items لکھی جاتی ہیں۔ یہ project آیا ہے، project پر پیسے آ گئے ہیں۔ باقی project کی completion کی مدت ہوتی ہے، اس کو مکمل کیوں نہیں کیا جاتا ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! پہلے دور میں ڈویژن کا کمشنر اس کا انچارج ہوتا تھا۔ آج کل ڈسٹرکٹ کمیٹی کی constitution اس طرح سے ہے کہ ڈی۔سی۔او اس کا چیئرمین ہوتا ہے۔ ای۔ڈی۔او ورکس، ای۔ڈی۔او زراعت، ای۔ڈی۔او فنانس، ڈپٹی ڈائریکٹر خوراک اور ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر اس کے

ممبران ہوتے ہیں۔ایک نمائندہ پی اینڈ ڈی کا ہوتا ہے، دو نمائندے کاشتکاروں کے ہوتے ہیں اور دو نمائندے متعلقہ شوگر مل کے ہوتے ہیں اور ایک نمائندہ ضلع ناظم کا ہوتا ہے۔اس کے علاوہ اگر چیئرمین چاہیں تو ایک اور ممبر ڈال سکتے ہیں۔فاضل دوست سے میری یہ گزارش ہے کہ اس کمیٹی کے ذریعے دوبارہ تحریک کریں اور ہم اس کو دوبارہ صوبائی کمیٹی میں لاکر اس پر عمل درآمد کروانے کے لئے اپنی بھرپور کاوشیں put کریں گے جیسے آپ نے فرمایا کہ اس سے ہمارے محکمے کا تعلق شوگر سیس اور شوگر سیس کی recovery سے ہوتا ہے۔باقی کمیٹی بااختیار ہوتی ہے وہ جس طرح صوبائی کمیٹی کو recommendations بھیجتی ہے اس طرح سے وہ پاس ہو جاتی ہیں۔اگر اس سے متعلق کوئی شکایت ہے تو وہ دوبارہ ضلعی کمیٹی سے رجوع کریں اور اسے صوبائی کمیٹی کو بھجوائیں، ہمارا نمائندہ بھی وہاں ہوتا ہے۔میں انہیں کہہ کر ان کا مسئلہ حل کروانے کے لئے تیار ہوں۔

MR DEPUTY SPEAKER: Who forms the committee?

MINISTER FOR FOOD: Provincial Government forms the committee.

MR DEPUTY SPEAKER: Then they can give direction to the committee.

MINISTER FOR FOOD: Yes.

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! اگر Section 4 of the Local Government Ordinance پڑھیں۔اس میں لکھا ہے کہ جو مقامی حکومتیں بنی ہیں They are supposed to adjourn to the policies of the Provincial Governments. منسٹر صاحب یہ پالیسی دے رہے ہیں کہ جو projects complete نہیں ہیں انہیں پہلے complete کیا جائے۔اس پر بڑا واضح ہو جائے گا کہ ایک فاضل ممبر نے ایک نشان دہی کی ہے اس پر اگر آپ یہ سوچیں کہ ہم ڈی۔او کو ملیں، ای۔ڈی۔او (آر) کو ملیں، ڈی۔سی۔او کو ملیں۔ہمارا مؤقف صرف اتنا ہے کہ ہم نے ایک نشاندہی کی ہے، اب یہ صرف assurance دے دیں کہ زمیندار کے پیسے جو آپ اس کے گنے کی قیمت میں سے کاٹتے ہیں وہ اس کی سڑک پر نہیں لگ رہے یہ اس کو کب تک مکمل کروا لیں گے یہ اس کی ہمیں assurance دے دیں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! فاضل دوست نے میری بات سمجھنے کی کوشش نہیں فرمائی۔میں نے

یہrequestکی ہے کہ وہ دوبارہ ضلعی کمیٹی کے ذریعے اس کی تحریک کریں تو ہم ان کا مسئلہ حل کروانے کے لئے تیار ہیں۔ میں نے تو کوئیnegativeبات ہی نہیں کی۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! آپ انہیں سمجھائیے۔ میں نےSection-4میں پڑھا ہے کہ یہ پراونشل گورنمنٹ کےsphereمیں آتا ہے۔ اب انہوں نے یہdirectionدینی ہے اور یہ ان سب سڑکوں کے لئے دیں جوcompleteنہیں ہیں پہلے وہ مکمل کی جائیں۔ ہم تو اس کوgeneralizeکر رہے ہیں اور اس سڑک کی آپ کو نشان دہی کر دی ہے۔ آپ براہ مہربانی متعلقہ ڈی۔ سی۔ او، ای۔ ڈی۔ او کو کہیں اگر اس کی ضرورت ہے تو اس کی مرمت کر لیں اگر نہیں ہے تو آپ کہہ دیں کہ ضرورت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر خوراک صاحب! میں آپ سےrequestکروں گا کہ کم از کم اب جو انہوں نےpoint raiseکیا ہے تو اس کیdirectionدے دیں تاکہ انہوں نے جوpoint outکیا ہے اس کوtake upکیا جائے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں تو پوریassuranceدے رہا ہوں وہ بات سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔next question 4609محترمہ ثمینہ نوید!

محترمہ ثمینہ نوید: سوال نمبر4609، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ماڈل ٹاؤن کالونی بہاول نگر، شیلرز سے پیدا شدہ آلودگی اور حکومتی اقدامات

*4609 محترمہ ثمینہ نوید: کیا وزیر تحفظ ماحولیات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بہاول نگر میں ماڈل ٹاؤن کالونی سے ملحقہ تین رائس شیلر (فیکٹریاں) قائم ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ رہائشی کالونی شیلروں سے خارج ہونے والی آلودگی سے بری طرح متاثر ہو رہی ہے اور مکین طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ شیلروں کا ابلتا ہوا پانی کالونی کے گٹروں میں بہادیا جاتا ہے۔ جس سے کالونی کا ڈرینج سسٹم مکمل طور پر ناکارہ ہو گیا ہے؟ اور متذکرہ کالونی کی تمام گلیاں

اور سڑکیں بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی ہیں؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ مسائل کے حل نیز شیلر انتظامیہ کے خلاف فیکٹری لاز کے تحت کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور آئندہ آبادی کے قریب فیکٹری کے قیام کو روکنے کے لیے کیا منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تحفظ ماحولیات:

(الف) بہاولنگر میں ماڈل ٹاؤن کالونی میں دو عدد اور اس سے ملحقہ علاقہ میں تین عدد رائس شیلرز موجود ہیں۔

(ب) مذکورہ شیلرز کے بوائلرز میں (Rice Husk) بطور ایندھن استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کے جلنے سے کالا دھواں اور راکھ کا اخراج ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے نزدیکی مکین سانس کی بیماریوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

(ج) شیلرز کا گرم پانی جس کا درجہ حرارت تقریباً 60 C ہوتا ہے کالونی کے سیوریج سسٹم میں بہادیا جاتا ہے۔ اس گرم پانی کی وجہ سے نقصان دہ اثرات موقع ملاحظہ پر نظر نہ آئے۔

(د) مذکورہ شیلرز سے پیدا ہونے والی آلودگی کی روک تھام کے لیے پاکستان کے ماحولیاتی قانون کے تحت کارروائی کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ دھواں اور آلودہ پانی کے نمونہ جات لیبارٹری میں زیر تجزیہ ہیں۔ محکمہ ماحولیات آلودگی کنٹرول کئے بغیر آبادی کے قریب کسی فیکٹری کے قیام کی اجازت نہیں دیتا۔

محترمہ ثمینہ نوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! متعلقہ محکمے سے جو سوال کیا گیا ہے اس کے جز (الف) کا محکمے یا منسٹر صاحب کی طرف سے جو جواب دیا گیا ہے اس کی صورتحال آپ خود ہی دیکھ لیں کہ ماڈل ٹاؤن کالونی پہلے بنی ہے یا یہ فیکٹریز پہلے بنی ہیں۔ متعلقہ محکمے کے قانون کے مطابق جہاں پر آبادی ہو وہاں پر اس قسم کی فیکٹریز یا شیلرز نہیں لگا سکتے لیکن انہوں نے کس قانون کے تحت وہاں پر ان فیکٹریز کو لگانے کی اجازت کس نے دی؟ اس کا مجھے جواب دیں پلیز۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! بہاولنگر میں یہ تقریباً تین شیلرز لگے ہوئے ہیں۔ ایک نیشنل رائس ملز ہے، دوسری بہاولنگر رائس ملز اور تیسری پنجاب رائس ملز۔ ایک تو تھوڑی سی دور ہے اور دو بالکل شہر کے اندر residential areas میں لگی ہوئی ہیں۔ پنجاب رائس ملز 1990 میں لگی تھی اور

انہوں نے اس کی re-modeling کے لئے ہم سے دوبارہ اجازت لی ہے۔ سوال یہ ہے کہ بہاولنگر میں اس وقت کوئی industrial area declare نہیں کیا گیا۔ یہ ملز جب لگی تھیں تو اس وقت ہم سے اجازت نہیں لی گئی تھی لیکن انہوں نے وہاں کے ڈی۔ سی سے اجازت لے کر یہ ملز قائم کر دیں۔ ملز اپنا کام کر سکتی ہیں اگر وہ National environment quality standards کو meet کر رہی ہوں۔ اگر ان کی violation کر رہی ہوں، اگر ان کی pollution اس سے exceede کر رہی ہو تو پھر ہم ان کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں۔ ہم نے ان کی measurement کی، انہوں نے بوائلر لگایا ہوا ہے، جنریٹر لگائے ہوئے ہیں وہ rice husk کو استعمال کرتے ہیں اس سے دھواں ہوتا ہے۔ ان کی بات بالکل صحیح ہے وہ میونسپلٹی کی ڈرین میں گرم پانی بھی پھینکتے ہیں جس سے کوئی نقصان ہوتا ہے لیکن میونسپلٹی ان سے اس کے شاید کچھ charges بھی لے رہی ہے۔ anyhow تو ان کے خلاف ہم نے کارروائی شروع کر دی ہے ان سے کہا ہے کہ آپ نے وہ standards meet کرنے ہیں اگر آپ نہیں کریں گے تو پھر آپ کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے، جرمانہ ہو سکتا ہے اور ان کا کیس ٹربیونل میں لے جا کر ٹربیونل فیصلہ کرے گا کہ انہیں شہر سے باہر نکال دیا جائے۔

محترمہ ثمینہ نوید: جناب سپیکر! آپ یہ دیکھیں کہ منسٹر صاحب اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ وہاں پر فیکٹریز موجود ہیں اور وہاں پر وہ فیکٹریز لگانے کے لئے کسی قسم کی اجازت نہیں لی گئی تو جو لوگ اس بات کے ذمہ دار ہیں انہوں نے آج تک ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے۔ یہ اب کہہ رہے ہیں کہ ہم ان کے خلاف کارروائی کریں گے جب کہ وہاں پر ہزاروں کی تعداد میں متاثرہ لوگ ہیں جو وہاں پر اس گرم پانی، ان شیلرز اور اس آلودگی کی وجہ سے بیمار ہو رہے ہیں تو انہوں نے اب تک ان کے خلاف کیا ایکشن لیا ہے اور اگر یہ ایکشن لے رہے ہیں تو کب تک اس کا جواب آ جائے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: مخدوم صاحب! انہوں نے جو point raise کیا ہے آپ اپنے محکمے کو direction دے دیں کہ وہ check کر لیں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: ہم نے یہ check کیا ہے اور ان کے خلاف کارروائی شروع کر دی گئی ہے۔ اگر یہ comply نہیں کریں گے تو پھر ان کو remove کر دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! اگر وہ ان کی directions پر عمل نہیں کریں گے تو He will take action.

محترمہ ثمینہ نوید: جناب سپیکر! میں وہاں کی رہائشی ہوں جس وجہ سے میں منسٹر صاحب سے بہتر

جانتی ہوں۔ اگر یہ اس بات سے مطمئن ہیں تو میرے ساتھ وہاں پر جا کر visit کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، وہ deny تو نہیں کر رہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے کہنے کے اوپر وہ نوٹس لے رہے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (د) کے جواب میں ہے کہ دھواں اور آلودہ پانی کے اجزاء لیبارٹری میں زیر تجزیہ ہیں۔ اس سوال کو 20 مہینے ہو گئے ہیں۔ یہ بتائیں کہ لیبارٹری میں تجزیے کے لئے جو نمونے گئے ہیں اس کا 20 مہینے میں کیا رزلٹ آیا؟

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! میرے پاس رزلٹ ہے۔ اگر آپ analysis پڑھنا چاہیں تو یہ آپ لے لیں۔ یہ لیبارٹریز کے analysis کی رپورٹ ہے اس کی basis پر ہم نے ان کے خلاف کارروائی شروع کر دی ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میرا سوال بڑا simple ہے کہ اس تجزیے کی رپورٹ پر انہوں نے کیا ایکشن لیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پوچھ رہے ہیں کہ لیبارٹریز نے اپنی رپورٹ میں کیا declare کیا ہے It is harmful or it is not.

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! اگر تو وہ harmful ہے تو اس پر انہوں نے کیا ایکشن لیا ہے؟

وزیر تحفظ ماحولیات: ہم نے یہ کیس Environment Tribunal میں دائر کر دیا ہے اس کی سزا، جزا ٹربیونل دیتا ہے۔ وہاں پر انہیں بھی موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو defend کریں تو ٹربیونل فیصلہ کرے گا۔ اگر ٹربیونل یہ فیصلہ کرے کہ انہیں شہر سے باہر move کرنا ہے تو move ہو جائیں گے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ رہائشی علاقے میں انڈسٹریل یونٹس نہیں لگا سکتے ہیں۔ یہ مجھے بتائیں کہ جو یونٹس رہائشی علاقے میں لگے ہوئے ہیں ان پر یہ کیا ایکشن لے رہے ہیں؟

وزیر تحفظ ماحولیات: میں نے پہلے عرض کیا کہ جو یونٹس رہائشی علاقے میں لگے ہوئے ہیں ان کے بارے میں گورنمنٹ فیصلہ کرتی ہے کہ یہ negative area ہے یا یہ industrial area ہے بہاولنگر میں کوئی industrial area declare نہیں ہوا مگر کسی نہ کسی level پر لوکل گورنمنٹ نے اس کی permission دی اور یہ فیکٹریاں لگ گئیں۔ اب یہ جو فیکٹریاں رہائشی علاقے

میں لگی ہیں تو وہاں کے ڈی۔سی۔او نے انہیں commercial declare کیا اور اس کے بعد اگر وہ National Environment Quality Standards کو meet کر رہی ہیں تو یہ چلتی رہیں گی اور اگر یہ meet نہیں کر رہیں تو ان کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔ ٹریبونل ان کو بند کر سکتا ہے، ان کو remove کر سکتا ہے۔

محترمہ ثمینہ نوید: جناب سپیکر! میرا سوال بیس ماہ بعد آیا ہے۔اس کا جواب جو آج دیا جارہا ہے اس دوران بہت زیادہ تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ یہ کوئی طریق کار نہیں ہے کہ ہم اتنی محنت کر کے سوال بنا کر دیتے ہیں۔اس کا بیس ماہ بعد جواب آئے جب کہ متعلقہ مسئلہ کی صورتحال بالکل تبدیل ہو چکی ہوتی ہے یا تو اس کا طریق کار یہ ہے کہ آپ ہاؤس میں ایک ایسی کمیٹی بنائیں جو کہ متعلقہ سوال کے متعلق انکوائری کرے اور اس کے بعد اس کو ہاؤس میں لایا جائے اور بحث کی جائے کیونکہ محترم وزیر خود وہاں کا visit نہیں کرتے، یہ صرف متعلقہ محکمے پر depend کرتے ہیں۔متعلقہ محکمہ جھوٹ کہے یا سچ انہوں نے یہاں پر آکر بول دینا ہے یا تو یہ کہیں کہ انہوں نے وہاں پر جا کر خود ان شیلرز کا visit کیا ہے کہ وہاں پر جو آلودگی ہو رہی ہے، لوگ بیمار ہو رہے ہیں سیوریج سسٹم خراب ہو رہا ہے یا وہاں پر سڑکیں خراب ہو رہی ہیں۔ یہ خود وہاں جا کر visit کریں اور اس کے مطابق جواب دیں صرف محکمے پر depend کرنا بیوقوفی ہے کہ اتنی محنت کر کے اور پیسا لگا کر جو سوال اسمبلی میں discuss کرنے کے لئے لاتے ہیں۔ ہم لوگ یہاں پر نشاندہی کرنے کے لئے بیٹھے ہیں کہ مسائل کو آپ کے علم میں لائیں۔ میری درخواست ہے کہ آپ ہاؤس میں ایک ایسی کمیٹی بنائیں جو ان سوالوں کی انکوائری خود کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہر بات پر کمیٹی نہیں بن سکتی۔یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر کمیٹی بنائی جائے۔آپ نے سوال کیا ہے، ان کے علم میں آیا ہے۔وہ اس پر آپ کو مطمئن کریں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ محکمے کی کارکردگی کا اندازہ تو اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ اس سوال کو دیئے ہوئے ڈیڑھ سال ہو گیا ہے اور ابھی تک وزیر موصوف کوئی specific جواب دینے سے قاصر ہیں۔ میں ان سے صرف یہ پوچھتا ہوں کہ یہ ماحولیات کے وزیر ہیں اور ماحولیاتی قانون بھی ان کے پاس موجود ہے۔ یہ جب سے وزیر بنے ہیں یہ ارشاد فرمائیں کہ اب تک اس ماحولیاتی قانون کے تحت کتنے مقدمات درج کئے گئے اور کتنے مقدمات میں سزائیں ہوئیں؟ اس سے پتا چل جائے گا کہ کیا صورتحال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں یہ نیا سوال بنتا ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! ایک جملہ ہے کہ فیکٹریوں کے قیام کو روکنے کے لئے کیا منصوبہ بندی کی جا رہی ہے لیکن آخری جملہ ہے کہ ایوان کو تفصیل سے آگاہ کیا جائے۔ اب جو ڈاکٹر وسیم صاحب نے پوچھا ہے وہ اسی سے متعلق ہے کہ ایوان میں تفصیل سے بیان کیا جائے کہ کن فیکٹریوں کے خلاف کارروائی ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن تفصیل کی نوعیت انہوں نے آج پوچھی ہے تو اس کا نیا سوال ہو گا۔ اگلا سوال نمبر5215 ملک اصغر علی قیصر صاحب کا ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: on his behalf Q. No. 5125 (معزز رکن نے ملک اصغر علی قیصر کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر5125 دریافت کیا)

محکمہ خوراک لاہور، 2002 تا حال، باردانہ سے متعلقہ تفصیلات

*5125: ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک محکمہ خوراک ضلع لاہور نے کتنا باردانہ کتنی رقم کا خرید کیا؟

(ب) کتنا باردانہ کسانوں کو ان سالوں میں برائے خرید گندم فراہم کیا گیا؟

(ج) کتنا باردانہ ان سالوں کے دوران خراب یا damage ہوا؟

(د) کتنا باردانہ ان سالوں کے دوران محکمہ کے ملازمین نے خورد بُرد کر لیا؟

(ہ) خورد بُرد میں ملوث ذمہ داران کے خلاف جو کارروائی کی گئی اس کی تفصیل فراہم کریں؟

وزیر خوراک:

(الف) باردانہ کی خریداری ضلعی سطح پر نہیں بلکہ محکمہ خوراک، صوبائی سطح پر کرتا ہے۔ جنوری 2002 سے آج تک 4,98,300 بوری پٹ سن مالیتی مبلغ 2,48,90,085 روپے اور 18,80,000 پی پی تھیلہ جات کل مالیتی 1,89,88,000 روپے ضلع لاہور کو جاری کیا گیا۔

(ب) یکم جنوری 2002 سے محکمہ خوراک ضلع لاہور نے 7,27,428 بوری پٹ سن اور 95,144 پولی تھین بیگ کسانوں کو فراہم کئے۔

(ج) یکم جنوری 2002 سے ضلع لاہور میں کسی قسم کا کوئی (Damage) نہیں ہوا ہے۔

(د) یکم جنوری 2002 سے آج تک کسی اہلکار نے باردانہ خورد بُرد نہیں کیا۔

(ہ) نہ کوئی باردانہ خورد بُرد ہوا اور نہ ہی کوئی سزا دی گئی۔

چودھری اعجاز احمد سماں: وزیر موصوف یہ بیان فرمادیں کہ جیوٹ اور پولی تھین کا جو بیگ ہے ان کی سٹوریج سے کیا گندم کی gluten کو کچھ فرق پڑتا ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! بلاشبہ جیوٹ کا بیگ سٹوریج کے لئے بہتر رہتا ہے۔ یہ مہنگا ہوتا ہے اس لئے پولی تھین بیگ سے تھوڑی سی بچت ہو جاتی ہے۔ جہاں تک انہوں نے سوال پوچھا ہے تو جیوٹ کا بیگ بلاشبہ بہتر ہوتا ہے۔ اس سے حفاظت بہتر ہوتی ہے لیکن اس میں اخراجات زیادہ آتے ہیں اس لئے پولی تھین کا بیگ ساتھ استعمال کیا جاتا ہے کہ محکمے کے لئے کچھ بچت ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلا سوال نمبر 5126 بھی ملک اصغر علی قیصر صاحب کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے اس لئے یہ dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال نمبر 5366 سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 5366

صوبہ میں شوگر سیس کے حقدار اضلاع اور متعلقہ دیگر تفصیلات

***5366: سید احسان اللہ وقاص:** کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ پنجاب کے کون کون سے اضلاع شوگر سیس میں فنڈز کے حقدار تھے لیکن 2003-04 میں ان کے شوگر سیس میں فنڈز جاری نہیں کئے گئے؟

(ب) ضلع منڈی بہاؤالدین، شیخوپورہ، قصور، جھنگ، خوشاب، بھکر، لیہ اور ڈیرہ غازی خان کے لئے 2002-03 اور 2003-04 میں کتنی رقم شوگر سیس میں فنڈز میں مختص / وصول ہوئی اور کتنی سکیموں کے لئے ان سالوں میں کتنے فنڈز ریلیز کئے گئے؟

(ج) کیا حکومت نے یہ ہدایات جاری کی ہیں کہ شوگر سیس فنڈز کے ذریعہ جو سکیمیں بنائی جائیں ان کی مشاورت میں صوبائی اور قومی اسمبلی کے ممبران کو بھی شامل کیا جائے، اگر جواب نہ میں ہے تو اس کی وجوہات؟

(د) کون سے شوگر ملز مالکان ہیں جن کے ذمہ شوگر سیس کی ایک کروڑ روپے سے زائد رقم

واجب الادا ہے۔ یہ رقم کتنے عرصہ سے واجب الادا ہے۔ مالکان کے نام اور شوگر ملز کے نام سے مطلع فرمائیں؟

وزیر خوراک:

(الف) تمام حقدار اضلاع کو جمع شدہ سیس فنڈز کا اجراء کرنے کے لئے کیس مورخہ 05-1-11 کو روانہ کر دیا ہے۔

(ب) دونوں سالوں میں سیس کی مد میں جمع شدہ، اجراء شدہ فنڈز اور ترقیاتی سکیموں کی تفصیلات منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ج) قواعد کے مطابق صوبائی اور قومی اسمبلی کے ممبران ضلعی سیس کمیٹیوں میں شامل نہ ہیں تاہم اگر کوئی ممبر بحیثیت شوگر کین کاشتکار کے رولز کے مطابق سیس کی ادائیگی کرنے میں پہلے یا دوسرے نمبر پر ہو تو وہ ضلعی سیس کمیٹی میں شامل ہو سکتا ہے۔

(د) تفصیلات منسلکہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرے دو ضمنی سوالات ہیں۔ پہلی بات میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جز (الف) میں پوچھا گیا ہے کہ ''صوبہ پنجاب کے کون کون سے اضلاع شوگر سیس میں فنڈز کے حقدار تھے لیکن 04-2003 میں ان کے شوگر سیس میں فنڈز جاری نہیں کئے گئے؟'' اس کے جواب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ '' تمام حقدار اضلاع کو جمع شدہ سیس فنڈ کا اجراء کرنے کے لئے کیس 2005-01-11 کو روانہ کر دیا گیا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو کیس 05-01-11 کو روانہ کیا گیا تھا اس کی اس وقت کیا latest position ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلا ہے۔

دوسری بات اسی سے متعلقہ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے جو تفصیل فراہم کی گئی ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حسیب وقاص شوگر مل جن کے ذمے شوگر سیس کے 4,41,19,944 روپے واجب الادا ہیں۔ ان کی اپیل سیکرٹری خوراک کے پاس زیر سماعت ہے۔ یہ 97-1996 اور 99-1998 کے شوگر سیس کے پیسے ہیں جو واجب الادا ہیں۔ یہ اپیل سیکرٹری خوراک کے پاس کب تک زیر سماعت رہے گی اور کب اس کا کوئی فیصلہ متوقع ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! محترم دوست نے دو چیزیں پوچھی ہیں۔ ایک تو یہ پوچھا ہے کہ جو کیس بھیجا ہے اس کا process کیا ہے؟ ہر مل کا سارے کا سارا سیس فنڈ پول میں فنانس ڈیپارٹمنٹ میں

جمع ہو جاتا ہے۔ وہاں سے پھر اس کا اجراء مختلف اضلاع کو ہوتا ہے جیسے جیسے allocation ہوتی ہے۔

دوسرا سوال انہوں نے حسیب وقاص شوگر مل کے بارے میں پوچھا ہے۔ اس کا کیس دو طرح سے چل رہا ہے، ایک سیکرٹری خوراک کے پاس چل رہا ہے اور دوسرا سول عدالت میں کیس زیر سماعت ہے۔ اس کی latest position یہ ہے کہ سیکرٹری خوراک کے فیصلے کے خلاف سول کورٹ میں اپیلیں دائر کی تھیں، اس میں سول کورٹ کے فیصلے کے خلاف محکمہ خوراک نے ہائی کورٹ لاہور میں اپیلیں دائر کی تھیں۔ ڈی۔ سی۔ او اوکاڑہ نے سیس کی ریکوری کے لئے عبداللہ شوگر مل سیل کر دی ہے۔ جس پر لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی گئی اس میں چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کا 05-07-27 کو فیصلہ آ گیا ہے۔ اس میں نو ماہانہ اقساط کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ یہ کل چھ ملیں ہیں جن کے کیس pending ہیں۔ ان میں کچھ کے فیصلے ہو گئے ہیں باقی کے کورٹس میں کیس چل رہے ہیں۔ یہ اس کی تفصیل ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں یہ تفصیل بتا دیں کہ ان چھ شوگر ملوں پر تقریباً 23 کروڑ روپے کی ادائیگی واجب الادا ہے اور ان کے کیس چل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کچھ کے settle ہو گئے ہیں ان کی تفصیل بتا دیں۔

وزیر خوراک: میں نے چھ کی تفصیل بتائی ہے۔ میں نے کہا ہے کہ جن کیسوں کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ ان سے ریکوری بھی شروع ہو گئی ہے۔ پہلے کیبنٹ میٹنگ ہوئی تھی اس میں بہت ساری ملوں کے بقایا جات تھے، اس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ان کی ماہانہ اقساط مقرر کر دی جائیں۔ باقی ساری ملیں باقاعدہ اقساط کے مطابق ادائیگی کر رہی ہیں اور پیسے جمع ہو رہے ہیں۔ یہ فیصلہ پہلی کابینہ نے کیا ہوا تھا۔ ہم اس کو follow کر رہے ہیں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں صرف یہ کہنا کہ اقساط ہونی ہیں اور چھ میں سے صرف ایک کی اقساط ہوئی ہیں۔ یہاں وزیر موصوف یہ تاثر دے رہے ہیں کہ جیسے بہت ہیں۔ صرف چھ میں سے ایک کی اقساط ہوئی ہیں باقی کے کیس میں 23 کروڑ روپے اسی طرح چل رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کیس دس دس سال سے چل رہے ہیں اس پر کوئی فیصلہ نہیں ہے۔ اس سے محکمے کی کارکردگی بھی عیاں ہے۔ ان چھ میں سے صرف ایک کا کیس settle ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں سمجھا نہیں۔ میں آپ کی وساطت سے پھر گزارش کرتا ہوں کہ ابھی

کچھ ایسے بھی cases ہیں جن کی عدالت میں سماعت ہو رہی ہے وہ تو subjudice ہیں ان پر تو ہم ایکشن نہیں لے سکتے۔ جن کی سماعت clear ہو چکی ہے وہ اپنی اقساط دے رہے ہیں اور routine کے مطابق دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ 30 کروڑ مالیت کی جو رقم ہے وہ ان چھ ملوں میں ہے یا سب میں ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! آپ نے کیا فرمایا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ 30 کروڑ کی بات کر رہے ہیں کہ یہ رقم ان سب ملوں پر ہے یا صرف ان چھ ملوں پر ہے؟

وزیر خوراک: ان چھ ملوں پر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انسٹالمنٹ سب کی ہو رہی ہے؟

وزیر خوراک: جی، جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ سب کی ہو رہی ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! جو جواب آیا ہے وہ صرف ایک کا ہے کہ "ایک ہی کی انسٹالمنٹ ہو رہی ہے۔ ریکوری نہیں ہو رہی، باقی کے کیس عدالتوں میں ہیں۔"

وزیر خوراک: جناب سپیکر! جن کا کیس عدالت میں ابھی تک پینڈنگ ہے، فیصلہ نہیں ہوا۔ میں نے کہا ہے کہ وہ matter subjudice ہے، محکمہ اس پر ایکشن نہیں لے سکتا۔ جو clear ہوئے ہیں، میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ میں تفصیل دوبارہ پڑھ دیتا ہوں۔ ذرا غور سے سن لیں۔ حسیب وقاص، عبداللہ اور یوسف شوگر مل نے سیکرٹری فوڈ کے فیصلے کے خلاف سول کورٹ میں اپیلیں دائر کی تھیں، سول کورٹ کے فیصلے کے خلاف محکمہ خوراک نے ہائی کورٹ لاہور میں اپیلیں دائر کیں، ڈی۔ سی۔ او اوکاڑہ نے cess کی ریکوری کے لئے عبداللہ شوگر مل seal کر دی جس پر مل نے ہائی کورٹ لاہور میں رٹ دائر کی، چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ نے 05-7-27 کو فیصلہ کیا جس کے مطابق باقی سات اقساط کی ادائیگی ہو رہی ہے۔ پاہڑیانوالی شوگر مل کی بقایا جات 36 اقساط میں سے 8 اقساط جمع کرا چکی ہے۔ پتوکی شوگر مل نے سیکرٹری خوراک کے فیصلے کے خلاف دوبارہ لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی ہے جو زیر سماعت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلا سوال نمبر 5669 ڈاکٹر تسنیم رشید کا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: سوال نمبر 5669۔ on her behalf (معزز رکن نے ڈاکٹر تسنیم رشید کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 5669 دریافت کیا)

کھرڑیانوالہ ضلع فیصل آباد، صنعتی یونٹس کے زہر آلودہ پانی سے پیدا شدہ مسائل اور حکومتی اقدامات

*5669۔ ڈاکٹر تسنیم رشید: کیا وزیر تحفظ ماحولیات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کھرڑیانوالہ قصبہ ضلع فیصل آباد کے ارد گرد تقریباً 140 کے قریب چھوٹے اور بڑے صنعتی یونٹ کام کر رہے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان صنعتی یونٹوں کے زہر آلودہ پانی کو dispose of کرنے کے لئے اس علاقہ میں کوئی treatment plant نہ ہے۔ جس کی وجہ سے زہر آلودہ پانی سیم نالہ اور زرعی زمینوں کو سیراب کرنے والے مائنزوں اور کھالوں میں ڈالا جا رہا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ زہر آلودہ پانی نہ صرف انسانوں اور مویشیوں کے لئے مضر صحت ہے بلکہ فصلوں کے لئے بھی نقصان دہ ہے؟

(د) کیا حکومت پنجاب اس علاقہ میں ان صنعتوں کے زہر آلودہ پانی کو dispose of کرنے کے لئے treatment plant لگانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تحفظ ماحولیات:

(الف) درست ہے۔ کھرڑیانوالہ کے ارد گرد تقریباً 140 چھوٹے بڑے صنعتی یونٹ کام کر رہے ہیں۔

(ب) یہ درست ہے کہ بیشتر صنعتی یونٹوں کے waste water کے لئے کوئی treatment plant نہیں ہے اور اس گندے پانی کو بغیر کسی ٹریٹمنٹ کے سیم نالہ میں ڈالا جا رہا ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ ان صنعتی یونٹوں کا گندا پانی انسانوں، مویشیوں اور فصلوں کے لئے مضر ہے۔

(د) وفاقی حکومت ایشیائی ترقیاتی بنک کے تعاون سے جو چھ ٹریٹمنٹ پلانٹ لگا رہی ہے۔ ان

چھ میں سے ایک پلانٹ فیصل آباد کے صنعتی علاقے کھر ڑیانوالہ کا گندا پانی جو کہ ماموں کانجن کے نزدیک سے ہوتا ہوا دریائے راوی میں گرتا ہے، وہاں لگا رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ضمنی سوال؟

رانا آفتاب احمد خان: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ فیصل آباد کی تحصیل جڑانوالہ جو پاکستان کی سب سے بڑی تحصیل ہے اور کھر ڑیانوالہ اس کا حصہ ہے۔ اس میں 140 صنعتی یونٹ لگے ہوئے ہیں اور اس میں کسی بھی علاقے میں کوئی ٹریٹمنٹ پلانٹ نہیں ہے۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ یہ درست ہے کہ ان صنعتی یونٹوں کا گندا پانی انسانوں، مویشیوں اور فصلوں کے لئے مضر ہے۔ آپ دیکھیں کہ زمیندار بھی چھوٹے چھوٹے رہ گئے ہیں، لائیو سٹاک کا بھی آپ دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک پلانٹ لگا ہے۔ کیا ایک پلانٹ علاقے کے 140 یونٹ کے لئے کافی ہے؟ اگر کافی نہیں ہے تو اس کے لئے یہ کیا measures اختیار کر رہے ہیں تاکہ اس علاقے کے زمیندار بھی بچ سکیں اور انسانوں کی جانیں بھی بچ سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ماحولیات!

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! ان کا تعلق فیصل آباد سے ہے۔ فیصل آباد کا پانی ایک نار تھ میں جاتا ہے جس کے لئے oxidation points بنائے گئے ہیں اور جا کر چناب میں گرتا ہے۔ جو کھر ڑیانوالہ کا پانی ہے، صنعتی یونٹس لگے ہوئے ہیں۔ ویسے تو پورے فیصل آباد میں صنعتی یونٹس لگے ہوئے ہیں۔ کھر ڑیانوالہ کا پانی ماموں کانجن کی طرف آتے ہوئے راوی میں گرتا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) ایک ایگریمنٹ ہوا ہے اس کے تحت وہ فیکٹریاں، وہ ایکسپورٹرز جو اپنا سامان ایکسپورٹ کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے یہ سرٹیفکیٹ پیش نہ کیا کہ انہوں نے اپنا گندا پانی retreat کیا ہے اور solid waste کو بھی صحیح طریقے سے ٹھکانے لگایا ہے تو وہ ایکسپورٹ نہیں کر پائیں گے۔ بہت سارے ایکسپورٹرز نے لاہور، فیصل آباد میں بھی اپنے اپنے ٹریٹمنٹ پلانٹس لگانے شروع کر دیئے ہیں کیونکہ اگر نہیں لگائیں گے تو ان کی ایکسپورٹ متاثر ہو گی۔ حکومت اس سلسلے میں آگے بڑھ رہی ہے۔ ہم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ پنجاب کو چار بڑے پلانٹس کھر ڑیانوالہ، لاہور، سیالکوٹ اور ملتان میں دیئے جائیں گے۔ اس پر جہانگیر ترین صاحب جو وفاقی منسٹر انڈسٹریز ہیں ان کی سربراہی میں یہ کمیٹی کام کر رہی ہے، ایک ایکسپورٹ ڈویلپمنٹ فنڈ کہلاتا ہے جو کہ ایکسپورٹرز سے کاٹا جاتا ہے اور یہ پیسا اکٹھا ہو جاتا ہے۔ بہت سارا پیسا اکٹھا ہو گیا ہے اور اس کی bridge financing کے لئے ایشین

ڈویلپمنٹ بنک سے پیسا لے کر اس میں ڈالا جا رہا ہے اور یہ چار پلانٹ ہمیں مل رہے ہیں جس کو Combined Effluent Treatment Plant کہیں گے۔ کمبائنڈ کا مطلب ہے کہ اس کی ہر طرح کی صفائی کرتے ہیں۔ اس میں heavy metal کی ریکوری بھی ہوتی ہے لیکن بہت سارے ایکسپورٹر اپنا اپنا لگا رہے ہیں اور اس سارے جنجال سے بچنے کے لئے حکومت پنجاب نے نیا انڈسٹریل ایریا بھی بنانے کا اعلان کیا ہے جو کہ فیصل آباد میں ساہیانوالا کے قریب بن رہا ہے۔ یہ پلانٹ Combined Effluent Treatment Plant ہو گا اس میں وہ ایکسپورٹر یا وہ چھوٹا یونٹ جو اپنا اپنا ٹریٹمنٹ پلانٹ نہیں لگا سکتا اس کو بھی تحفظ مل جائے گا۔ اس وقت یہ پراجیکٹ پائپ لائن پر ہے، فیصل آباد میں تقریباً چالیس، پینتالیس کروڑ کا ایک پلانٹ لگے گا اور اس کے لئے پیسا چاہئے، اس پر کام ہو رہا ہے اور جلد ہی حکومت اس کا انشاء اللہ اعلان کرے گی۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میرا سوال یہ تھا کہ یہ جو ٹریٹمنٹ پلانٹ لگا رہے ہیں، کیا یہ 140 یونٹ کے لئے کافی ہو گا؟ یہ کہہ رہے ہیں کہ WTO is in operation اگر وہ ہے تو that is the different issue انہوں نے کہا ہے کہ ہم ایک پلانٹ لگا رہے ہیں؟ کیا ایک پراجیکٹ 140 یونٹ کے لئے کافی ہے؟

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! ایک کمپنی Heckler and Bailey ہے اس کو یہ کنٹریکٹ دیا گیا۔۔۔

رانا آفتاب احمد خان: میں ان کو بتاؤں کہ یہ 140 یونٹ کے لئے sufficient نہیں ہے۔ ان کو پتا ہی نہیں ہے کہ وہاں پر کتنے کتنے میگا پراجیکٹس ہیں، وہاں پر ستارہ کیمیکلز اور دوسرے بہت بڑے بڑے یونٹس ہیں کہ جو pollution کے علاوہ زمین بھی ختم کر رہے ہیں۔ میں ان کو کہہ رہا ہوں کہ یہ دوبارہ اپنے محکمے سے پوچھیں کیونکہ one plant is not sufficient for 140 units

وزیر تحفظ ماحولیات: اس کا سائز، اس کی capacity اتنی ہو گی کہ انشاء اللہ وہ اس کو cover کرے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! ابھی تو ایک بھی نہیں لگا۔ وہ لگا رہے ہیں اس کے بعد دیکھیں گے کہ اگر ضرورت پڑے گی تو اور لگا لیں گے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! عقل بھی استعمال کرنی چاہئے، یہ عقل کس لئے ہے؟ یہاں پر

140یونٹس میگایونٹس ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بات انہوں نے سن لی ہے۔ وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ ابھی ایک پلانٹ لگا رہے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! جہاں پر یہ پلانٹ لگا رہے ہیں وہ چودھری ظہیر صاحب کا علاقہ ہے۔ چودھری ظہیر صاحب یقین دہانی کرا دیں کہ 140 یونٹس کے لئے ایک پلانٹ کافی ہے تو میں ان کی یقین دہانی پر مان جاؤں گا۔ چودھری صاحب ممبر ہیں چلو یہ کہہ دیں۔ یہ غلط سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں۔ یہ اپنی IQ کو استعمال کریں کہ یہ 140 یونٹس کے لئے کافی نہیں ہے۔ He is giving a false statement in the House.

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! میں نے ابھی سٹیٹمنٹ دی ہے کہ Heckler and Bailey ایک کمپنی ہے جس کو کنٹریکٹ دیا گیا ہے وہ ڈیزائن کر رہے ہیں اور پانی کی out flow کے مطابق اسی قسم کا اتنی capacity کا پلانٹ لگے گا اور یہ Combined Effluent Treatment Plant ہوگا جو ہیوی میٹل اور کیمیکل ریکوری بھی کرے گا۔ آپ تسلی کریں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! مجھے بولنے کی اجازت دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! ابھی ہمارے بھائی رانا آفتاب صاحب ارشاد فرما رہے تھے کہ وہ سارا علاقہ میرے حلقے میں ہے۔ میرے فاضل وزیر نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس پر ایک کمپلیکس کے طور پر حکومت کام کر رہی ہے اور اگر ایک پلانٹ insufficient ہوا تو پھر دوسرا مزید لگایا جائے گا۔ اس وقت یہ سمجھا جا رہا ہے کہ ستارہ کیمیکل انڈسٹری سے لے کر نیچے تک جو انڈسٹریز ہیں اس کو احاطہ کیا گیا ہے اور اگر وہ ناکافی ہوا تو حکومت ذمہ داری سے یہ کہتی ہے کہ اور بھی ٹریٹمنٹ پلانٹ لگا دیا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ضمنی سوال۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! whether that plant would be sufficient or not یہ تو اپنی جگہ پر ہے۔ وزیر موصوف یہ فرمائیں کہ اس پلانٹ کا جو existent status ہے وہ کیا

ہے، کب تک وہ مکمل ہو جائے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب! کب تک مکمل ہو گا؟

وزیر تحفظ ماحولیات: ذرا سوال دہرا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ کہتے ہیں کہ یہ پلانٹ کب تک مکمل ہو گا؟

وزیر تحفظ ماحولیات: میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ جہانگیر ترین صاحب جو وفاقی منسٹر انڈسٹری ہیں ان کی سربراہی میں کمیٹی کام کر رہی ہے۔ financing کا مسئلہ تھا، کچھ تو ہمارے پاس ایکسپورٹ ڈویلپمنٹ فنڈ کا پیسا موجود ہے، کچھ bridge financing کر رہے ہیں اور مزید پیسا اس میں شامل کر رہے ہیں اور ایشین ڈویلپمنٹ بنک سے لے رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ان کے جواب سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ on ground ابھی کچھ بھی شروع نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ تو انہوں نے کہا ہے کہ It is still in the pipeline.

رانا ثناء اللہ خان: اس کا مطلب ہے کہ on ground تو ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔

MR DEPUTY SPEAKER: Rana sahib!When he is saying it is in pipeline, it is in the pipeline. You understand that.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس بات پر اتنا زور کہ وہ تمام مسائل حل کر دے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ یہ تو نہیں کہہ رہے کہ لگا چکے ہوں گے۔ It is in the pipeline

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یعنی جو رانا آفتاب صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ set aside نہیں ہو گا وہ تو اپنی جگہ پر بات ہوئی۔ جب وہ لگے گا پھر پتا چلے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ رانا آفتاب صاحب کو خوشخبری دے رہے ہیں، وہ لگ رہا ہے اور پائپ لائن میں ہے۔ انشاء اللہ لگ جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: لگ نہیں رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ یہ تجویز ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: میں پوچھ رہا ہوں کہ on ground کچھ ہے؟ ابھی تو یہ کمیٹی کی بات کر رہے ہیں،

یہon groundکب تک آئے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ کہتے ہیں کہ اس کاloanمنظور ہو گیا ہے۔bridge loaningہو رہی ہے اس کے بعد شروع ہو جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: ابھی کچھ بھی نہیں ہوا۔

MR DEPUTY SPEAKER: It is for the Industrial Minister to give you reply for that.

یہ تو صرف آپ کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ یہ وہاں پلانٹ لگ رہا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ یہ سوال تقریباً ایک سال بعد زیر بحث ہے اور ایک سال بعد جب جواب دینے کے لئے انہوں نے تیاری کی ہو گی تو تیاری ان کی یہ ہے کہ یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ پلانٹ جسے تمام مسائل کا حل بیان کر رہے ہیں کہ کب تک وہاں پر کام شروع ہو گا۔ آپ اس سے محکمے کی کارکردگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مخدوم صاحب! آپ اس کے بارے میں بتا سکتے ہیں کہ کب تک یہ کام شروع کر دے گا۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! میں تو صرف دعا کر سکتا ہوں یہ ہمارا سب کا اور پورے ملک کا مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دعا کے ساتھ کوئی دوا بھی کریں صرف دعا سے کام نہیں چلے گا۔ (قطع کلامیاں)

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! مخدوم دعا بھی کیا کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دعا کے ساتھ کوئی دوا بھی ہونی چاہئے ناں۔ (قطع کلامیاں)

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے رانا صاحب کی خدمت میں عرض کر دوں کہ جوindependent individual industriesہیں ان کو بھی یہ نوٹس دیئے گئے ہیں کہ وہ اپنے پلانٹ لگائیں۔ جن میںChen Oneبڑی انڈسٹری ہے اس کا جو پلانٹ ہے وہon groundآ چکا ہے اسی طرح ان پر یہ شق لاگو کر دی گئی ہے کہ جب تک اپنا ٹریٹمنٹ پلانٹ نہیں لگائیں گے اس وقت تک وہ ایکسپورٹ نہیں کر سکیں گے۔ اس کے بعد جب یہ اپنے الگ الگ پلانٹ لگا لیں گے تو پھر میگا پراجیکٹ پلانٹ جو مخدوم صاحب ارشاد فرما رہے ہیں اس پر ویسے ہی لوڈ

کم آ جائے گا۔ اس لئے حکومت کی اس پر نظر ہے ۔ یہ واقعی بہت بڑامسئلہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ یہ cover ہو جائے گا اور اس پر بہت زیادہ کام ہو رہا ہے۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر!اس پلانٹ کے لئے ضلعی حکومت بھی پیسے دے سکتی ہے۔ نئے ناظم آ گئے ہیں جو کہ ان کی مٹھی میں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ضلعی حکومت کی بات نہ کریں، آپ اپنی بات کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!وزیر صاحب یہ فرمادیں کہ ضلعی حکومت کتنے پیسے دے رہی ہے اور صوبائی حکومت کا share کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: مخدوم صاحب! یہ تو آپ کے محکمہ کا مسئلہ ہے۔ اسے آپ کو خود ہی دیکھنا چاہئے، آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ضلعی حکومت اسے کرے گی، یہ آپ کے محکمہ کا سوال ہے اور اس کا جواب آپ نے دینا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ فرمادیں کہ اس کی estimated cost کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے پہلے ہی جواب دیا ہے کہ یہ انڈسٹریز سے متعلقہ ہے وہ تو صرف آپ کو information بتا رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس پلانٹ کی تنصیب وزیر صنعت کے پاس نہیں آتی۔ اس پلانٹ کی تنصیب انہی کے علاقے میں ہے وہ منسٹر انڈسٹری کا ایریا نہیں ہے۔ پلانٹ کی تنصیب کا کام انہی کی منسٹری کا ہے۔ اب یہ فرمادیں کہ انہوں نے کہا کہ ضلعی حکومت پیسے دے رہی ہے تو یہ بتادیں کہ ضلعی حکومت کا شیئر کتنا ہے اور انہوں نے جو دعا کی بات کی ہے میرا خیال ہے کہ جو گزشتہ دن آپ نے دعا کروائی تھی یہ اس سے متاثر ہیں اس لئے آج بھی آپ دعا کروادیں۔ ماحولیاتی آلودگی سے متعلق دعا فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ دعا اور ہے یہ دعا اور ہے اس کے لئے آپ دعا فرمائیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ماحولیاتی آلودگی بھی ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! اس کے لئے آپ خود دعا فرمادیں۔

رانا ثناء اللہ خان: نہیں، جناب والا! یہ آپ کی دعا سے متاثر ہوئے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ ان کے محکمہ کے under ہے۔ یہ اس کی estimated cost بتا دیں۔ جو پراجیکٹ شروع ہوتا ہے اس کی estimated cost ہوتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بتا تو رہے ہیں کہ اس پر چالیس کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔

جناب سمیع اللہ خان: ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! اس پر کافی ضمنی سوالات ہو چکے ہیں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب ہم اس ہاؤس میں سوال کرتے ہیں تو وہ حکومت پنجاب کے متعلقہ ہوتے ہیں۔ اگر ہم وفاقی حکومت کے حوالے سے سوال کریں تو وہ واپس آ جاتا ہے۔ اگر ہم یہ پوچھیں کہ اس ملک میں ایشین ڈویلپمنٹ بنک کیا کر رہا ہے تو وہ سوال واپس آ جائے گا، اگر ہم یہ سوال کریں کہ ورلڈ بنک کیا کر رہا ہے تو وہ سوال واپس آ جائے گا۔ اگر ہم یہ سوال کریں کہ ورلڈ بنک کیا کر رہا ہے وہ بھی واپس آ جائے گا۔ اصل میں ہم سوال کرتے ہیں جو پنجاب حکومت سے متعلقہ ہو۔ اس سوال کا جز (د) یہ ہے کہ حکومت پنجاب اس حوالے سے کیا کر رہی ہے؟ اب سوال تو حکومت پنجاب کا پوچھا گیا اور جواب میں وفاقی حکومت کا ذکر ہے، اس میں ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا ذکر ہے یعنی حکومت پنجاب کیا کر رہی ہے وہ اس پوری بحث میں کہیں نظر نہیں آیا جو سوال بنیادی طور پر اس ہاؤس میں ہم پنجاب کے محکموں کے حوالے سے بات کرتے ہیں کہ ہمیں یہ اجازت دی جاتی ہے کہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے بارے میں آئندہ یہ ہوگا کہ ہم یہ سوال کیا کریں گے کہ وزیر موصوف از راہ نوازش فرمائیں کہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک آپ کے ڈیپارٹمنٹ میں کیا کر رہا ہے۔ یعنی وہ سوال تو objection لگ کر واپس آ جائے گا۔ پنجاب حکومت کیا کر رہی ہے؟ پورے پندرہ منٹ میں وزیر موصوف اس میں ایک لفظ بھی نہیں بول سکے۔ ریفر کر دیا ہے اور اگر ایک لفظ بولے ہیں تو وہ صرف دعا کا بولا ہے میں تو یہی کہوں گا کہ یہ ماحولیات کے نہیں بلکہ دعائیہ وزیر ہیں، میں ان دعائیہ وزیر سے گزارش کروں گا کہ وہ بتائیں کہ پنجاب حکومت اس میں کیا کر رہی ہے یہ تو وفاقی حکومت کر رہی ہے، ایشین ڈویلپمنٹ بنک کر رہا ہے، ورلڈ بنک کر رہا ہے۔ آپ اس میں کیا کر رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 5721۔

رکشاؤں کے سائیلنسر سے پیدا شدہ ماحولیاتی آلودگی اور حکومتی اقدامات

*5721 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ رکشاؤں کے سائیلنسر ناقص ہونے کے باعث ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہے؟

(ب) حکومت نے جون 2004 تک کتنے رکشاؤں کے سائیلنسر تبدیل کرنے کے احکامات جاری کئے ہیں؟

(ج) کیا حکومت واضح اور ٹھوس منصوبہ بندی کر کے لاہور میں چلنے والے رکشاؤں کے باعث پیدا ہونے والی آلودگی کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تفصیلات بتائی جائیں؟

وزیر تحفظ ماحولیات:

(الف) یہ درست ہے کہ رکشاؤں کے سائیلنسر ناقص ہونے کے باعث ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

(ب) ضلعی حکومتوں کے تعاون سے سائیلنسر تبدیل کرنے کی مہم چلائی گئی۔

(ج) محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب Two Stroke انجن والی گاڑیوں بالخصوص رکشاؤں کے باعث پیدا ہونے والی آلودگی کو ختم کرنے کے لیے محکمہ ٹرانسپورٹ پنجاب، ٹریفک پولیس اور پاکستان سٹینڈرڈ اینڈ کوالٹی کنٹرول اتھارٹی اور وفاقی حکومت کے تعاون سے اس مسئلے پر قابو پانے کے لیے اقدامات کر رہا ہے۔

جن کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

I۔ حکومت Two Stroke انجن والی گاڑیوں بالخصوص رکشاؤں، موٹر سائیکل رکشاؤں وغیرہ کی مینوفیکچرنگ پر پابندی عائد کر رہی ہے۔

II۔ حکومت لاہور میں چلنے والے Two Stroke انجن رکشاؤں کو مرحلہ وار باہر نکالنے کا منصوبہ رکھتی ہے۔

III۔ محکمہ تحفظ ماحول پنجاب نے تمام متعلقہ محکموں اور ضلعی حکومتوں کو رکشاؤں

کے ناقص سائیلنسر تبدیل کرنے کے احکامات جاری کئے ہیں۔ تبدیلی کی مہم دوبارہ شروع کی گئی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! آپ اس کا سوال بھی پڑھ لیں اور جواب بھی پڑھ لیں۔ لگتا یہ ہے کہ یہ وزارت صرف اس لئے بنائی گئی ہے کہ ایک صاحب کو وزارت دے دی جائے لیکن عملی طور پر ان کا کوئی کام نہیں ہے ایک پارلیمانی سیکرٹری بھی رکھ لیا جائے اور سٹینڈنگ کمیٹی کا چیئرمین بھی بنا دیا جائے یہ تین کام کرنے کے لئے محکمہ بنایا گیا ہے۔ آپ اس کے جواب میں دیکھ لیں کہ ایک سوال کا جزیہ ہے کہ حکومت نے جون 2004 تک کتنے رکشاؤں کے سلنسر تبدیل کرنے کے احکامات جاری کئے ہیں۔ جواب دیا گیا ہے کہ ضلعی حکومتوں کے تعاون سے سلنسر تبدیل کرنے کی مہم چلائی گئی۔ ضلعی حکومتوں کو تو وفاقی حکومت کی قوالیاں گانے کے سوا کوئی کام نہیں ہے۔ وہ کہاں پر عوام کے کسی مسئلہ کو حل کریں گے۔ صورتحال یہ ہے کہ جز (ج) کے جواب میں دیکھیں کہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ لاہور میں چلنے والے ٹو سٹروک انجن رکشاؤں کو مرحلہ وار باہر نکالنے کا منصوبہ رکھتی ہے۔ آج سے دو سال پہلے چنگ چی رکشاؤں کی تعداد لاہور میں اگر دو ہزار تھی تو اس وقت وہ بیس ہزار ہے۔ یہ کہاں پر باہر نکال رہے ہیں؟ سوال یہ کیا ہے کہ یہ ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ کر رہے ہیں اور جواب میں جو بات کہی گئی ہے وہ کوئی خاص جواب نہیں ہے تو اس پر میں کیا ضمنی سوال کروں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ماحولیات!

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! گاڑیوں کے سلنسر، رکشاؤں کا دھواں، گاڑیوں کا دھواں اس سلسلے میں پچھلی حکومتوں میں اس پر کوئی کام نہیں ہوا۔ موجودہ حکومت نے اس پر توجہ دی اور میں آپ کے علم میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ یکم جنوری 2005 سے ٹو سٹروک انجن جو کہ combination of fuel and lubricants استعمال کرتا ہے اس پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ ٹو سٹروک انجن والے نئے رکشے اب رجسٹرڈ نہیں ہو رہے اور اس کی اجازت نہیں دی جا رہی۔ اس کے بعد حکومت پنجاب نے ایک ارب روپے کا گرین فنڈ برائے ماحولیات قائم کیا ہے، جو مینوفیکچررز تھے ان کو incentive دیا گیا ہے کہ آپ نئے رکشے بنائیں۔ نئے رکشے introduce ہو چکے ہیں اگر کوئی شخص نیا رکشا چلانا چاہے تو 28 ہزار روپے اپنی جیب سے دے گا اور پچیس ہزار روپے حکومت پنجاب اس کو گرانٹ دے گی باقی رقم پنجاب بنک سے بغیر سود کے قرض لے کر نیا رکشا لے سکتا ہے۔ یہ رکشا اچھا ہے، اس کا سلنسر بھی بہتر ہے، انجن بھی بہتر ہے اس کا ڈیزائن، اس کی سیٹیں اور شاک

وغیرہ اچھے ہیں۔ پرانے رکشے یکم جنوری 2008 کے بعد پانچ بڑے شہروں سے باہر نکال دیئے جائیں گے لیکن ابھی تک دو سال باقی ہیں اس دوران بڑے شہروں میں جو پرانے رکشے چل رہے ہیں ہم نے سلنسر بدلنے کی پہلے بھی مہم چلائی تھی، ہزاروں کی تعداد میں سلنسر بدلے گئے ہیں اور اب ہم مزید اس کی مہم تیز کر رہے ہیں تاکہ باقی ماندہ جو رکشے چل رہے ہیں ان کے سلنسر بھی بدلیں اور جو دھواں پیدا ہوتا ہے اس کو کنٹرول کرنے کے لئے بھی سپاٹ چیکنگ ہو رہی ہے تاکہ جو adulterated fuel استعمال ہوتا ہے وہ استعمال نہ ہو تاکہ دھوئیں پر بھی قابو پایا جا سکے لیکن یہ رکشاؤں کے سلنسر بدلنا، نئے رکشے لانا اور سی۔این۔جی متعارف کروانا موجودہ پنجاب حکومت کا کام اور کاوش ہے اور میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ سابق حکومتیں جن میں آپ بھی ان کا حصہ رہے ہیں انہوں نے اس حوالے سے کچھ نہیں کیا تھا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ دیکھیں ایک تو میں نے سلنسر کے حوالے سے دوٹوک بات پوچھی ہے کہ اگر آپ کے پاس سے رکشا گزر جائے تو یوں محسوس کرتے ہیں کہ جیسے مانسہرہ کا زلزلہ گزر گیا ہے۔ اس کے لئے کوئی حکمت عملی اختیار کی گئی ہے؟ 2008 تک ہم انتظار کرتے ہیں کہ جس طرح وزیر موصوف نے کہا ہے کہ یہ سارا کچھ ہو جائے گا تو پھر شاید ہماری قسمت کھل جائے گی لیکن مسئلہ یہ ہے کہ 2008 سے پہلے نہ تو سلنسر ٹھیک ہوں گے اور نہ دوسرے مسائل کا کوئی حل ہوگا۔ یہ سوال ایک سال پہلے کا ہے لیکن اس دوران کچھ نہیں ہو سکا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! You should appreciate کہ آپ نے سلنسر بدلنے کی بات کی لیکن انہوں نے رکشا ہی بدل دیا مگر اس کے باوجود آپ ابھی بھی نہیں مانتے۔ رکشا ہی تبدیل ہو گیا تو وہ بہتر نہیں ہے کہ صرف سلنسر بہتر ہے؟ آپ اس چیز کو appreciate کریں کہ ماحول کو ٹھیک کرنے کے لئے ناقص رکشے کو تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے اور نئے رکشے سی۔این۔جی میں لا رہے ہیں جن سے انشاء اللہ بہتری آئے گی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں اس بات کو appreciate کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ چنگ چی رکشا پہلے لاہور شہر میں دو ہزار تھا مگر اب دس ہزار ہو گیا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! you must consult Mukhdoom Sahib on this issue کہ انہوں نے سلنسر کی بجائے رکشے تبدیل کر دیئے ہیں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! یہ روزگار کا مسئلہ ہے کیونکہ جو لوگ رکشا چلاتے ہیں اور جو لوگ رکشا استعمال کرتے ہیں یہ ان کے روزگار کا مسئلہ ہے۔ رکشاؤں کو ایک دم سے بند نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں! میں تیار ہوں کہ آج ہم سارے رکشاؤں کو بند کر دیتے ہیں لیکن جب جلوس نکلے گا تو یہ ان کے ساتھ ہوں گے، یہ حکومت کے خلاف ان کے ساتھ ہوں گے۔ چلیں یا تو یہ میرے ساتھ شامل ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: anyhow جی، شاہ صاحب نے وہ تسلیم کر لیا ہے کہ آپ نے رکشے تبدیل کرنے کی بجائے نئے رکشے دے دیئے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سماں صاحب!

چودھری اعجاز احمد سماں: شکریہ۔ جناب سپیکر! وزیر موصوف رکشاؤں کے بارے میں فرمادیں کہ لاہور شہر کے اندر ماڈل ٹاؤن، ڈیفنس، جی۔او۔آر، بھاٹی اور رنگ محل کے درمیان جب رکشا چلتا ہے تو وہاں پر آلودگی کا معیار کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: سماں صاحب! یہ fresh question ہے اور آپ out of the way نہیں کہہ سکتے۔ اب کیا پتا کہ کتنی آلودگی ہے اس کے لئے تو وہ۔۔۔

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر! ان کا محکمہ ہے، یہ وزیر کس لئے بنائے گئے ہیں، خزانے پر اتنا بوجھ کیوں ڈالا گیا ہے؟ لاہور اور دہلی کی آلودگی میں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سماں صاحب! آلودگی کو assess کرنے کے لئے ایک ٹیکنیکل آدمی سے مشورہ کرنا ہوگا۔ اس طرح وہ کیسے جواب دے سکتے ہیں؟

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر! اگر ٹیکنیکل آدمی سے مشورہ کر کے جواب دینا ہے تو پھر انہیں منسٹر رکھنے کا کیا فائدہ؟ یہ خزانے پر بوجھ ہیں۔

حاجی محمد اعجاز: ضمنی سوال ہے۔ جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا ہے کہ ہمارے پاس اصل میں تین پہیوں والے رکشے تھے لیکن انہوں نے چنگ چی کی شکل میں یہ بیچ دیئے ہیں اور آپ بھی بخوبی

سمجھتے ہیں کہ موٹر سائیکل ایک یا دو آدمیوں کی سواری ہے لیکن اب اس موٹر سائیکل کے پیچھے باڈی لگا دی جاتی ہے اور چھ یا سات سواریاں بٹھا کر اس قدر زور سے رکشے چلاتے ہیں اور موٹر سائیکل میں تو اتنی سکت نہیں ہوتی کہ وہ اتنی سواریوں کو کھینچ سکے لیکن جب وہ ایکسیلیٹر زیادہ دے کر زیادہ زور لگاتے ہیں تو اس سے نہ صرف بہت زیادہ شور پیدا ہوتا ہے بلکہ pollution بھی پیدا ہوتا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ اس شور کو کب ختم کیا جائے گا اور اس چنگ چی رکشا کو ختم کرنے میں کتنا عرصہ لگے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ماحولیات!

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! ایک شخص کے پاس موٹر سائیکل تھا اور اس نے یہ اپنے ایک دوست کو دے دیا تو اس نے اس کا رکشا بنا دیا اور یہ کام illegal اور بغیر اجازت کے ہوا ہے لیکن اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ اندرون شہر خاص طور پر ٹرانسپورٹ کا بہت سارا مسئلہ حل ہو گیا ہے لیکن میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس کاروبار کو اگر ہم ایک دم سے بند کر دیں تو چونکہ یہ ایک سماجی مسئلہ ہے اور روزگار کا بھی مسئلہ ہے اور سمیع اللہ خان صاحب اچھی طرح جانتے ہیں اور اس مسئلے پر یہ میرے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔۔۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ایک موٹر سائیکل جو کہ ایک یا دو آدمیوں کے لئے بنی ہے تو اس کے ساتھ باڈی لگا دیں جس کا اپنا بھی وزن ہے اور وہ چھ یا سات آدمیوں کا وزن کیسے اٹھائے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اعجاز صاحب! آپ کی بات بجا ہے لیکن یہ پاکستانی رکشا ہے جو کہ آپ کی ثقافت ہے۔ (قہقہے)

آپ باہر سے رکشے منگواتے ہیں لیکن یہاں پر پاکستانی رکشا بن گیا ہے تو آپ کو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ اگلا سوال ارشد محمود بگو صاحب کا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: سوال نمبر 5723 جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور، دریائے راوی میں فیکٹریوں کے زہریلے پانی کی ملاوٹ سے پیدا شدہ مسائل اور حکومتی اقدامات

*5723: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ٹریٹمنٹ پلانٹ نہ ہونے کے باعث لاہور کی ہزاروں فیکٹریوں کا گندا

اور زہریلا پانی دریائے راوی میں پھینکا جا رہا ہے، جس کے باعث خطرناک بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مچھلیاں ختم، فصلیں تباہ اور اراضی بنجر ہو رہی ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو حکومت متذکرہ صورتحال سے نمٹنے کے لئے کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر تحفظ ماحولیات:

(الف) یہ درست ہے کہ ٹریٹمنٹ پلانٹ نہ ہونے کے باعث لاہور کی فیکٹریوں کا گندا اور زہریلا پانی دریائے راوی میں پھینکا جا رہا ہے۔

(ب) اس ضمن میں محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب نے WASA / ضلعی حکومت کو ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ ترجیحی بنیادوں پر لاہور شہر کے ان چھ مقامات پر ٹریٹمنٹ پلانٹ لگانے کا منصوبہ بنائیں۔ جہاں سے پانی دریائے راوی میں گر رہا ہے مزید برآں وفاقی حکومت سے بھی رابطہ کیا گیا ہے کہ ٹریٹمنٹ پلانٹ لگانے کے لئے حکومت پنجاب سے تعاون کرے۔

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! وزیر ماحولیات کو دیکھ کر تو خصوصاً یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے سارے پنجاب کی ماحولیاتی آلودگی ختم ہو چکی ہے۔ میرا سوال یہ تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ ٹریٹمنٹ پلانٹ نہ ہونے کے باعث ہزاروں فیکٹریوں کا گندا اور زہریلا پانی دریائے راوی میں پھینکا جا رہا ہے جس کے باعث خطرناک بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے، مچھلیاں، فصلیں اور اراضی بنجر ہو رہی ہے۔ انہوں نے اس کا جواب بڑی ڈھٹائی کے ساتھ دیا ہے کہ یہ درست ہے یعنی یہ مانتے ہیں کہ میرا سوال درست ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے واسا کو ہدایات جاری کر دی ہیں کہ وہ گندا پانی گرنے والی جگہوں پر ٹریٹمنٹ پلانٹ لگائیں تو میرا ان سے سوال یہ ہے کہ انہوں نے واسا کو ہدایات کس تاریخ کو جاری کی تھیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ماحولیات!

وزیر تحفظ ماحولیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! لاہور شہر کے بند روڈ پر چھ پوائنٹس سے راوی کے اندر municipal waste water pump کیا جاتا ہے اس کے علاوہ ہڈیارہ ڈرین چلا آرہا ہے۔ انڈس واٹر ٹریٹی میں بھی ایوب خان اور جواہر لال نہرو نے دستخط کئے تھے، اس میں لکھا گیا ہے کہ It has been agreed کہ پاکستان ہڈیارہ ڈرین کے flow کو دریائے راوی میں روکنے کی بجائے اس میں جانے دے گا لیکن ٹریٹمنٹ کے لئے پلانٹ لگائے جائیں گے۔ ہم نے واسا سے بارہا

meetings کی ہیں اور حکومت پنجاب کے ہر level پر بات چیت کی ہے اور یہ مسئلہ کافی عرصہ سے چل رہا ہے۔ واسا نے سروے کر کے جو پلان تیار کیا ہے اس کے مطابق چھ پلانٹ لگنے ہیں جن کی قیمت 14-ارب روپے ہے۔ میں یہ نقشہ آپ کو پیش کرتا ہوں کہ کہاں کہاں پلانٹ لگنے ہیں۔ میں مختصراً پڑھ کر بھی بتا دیتا ہوں کہ واسا اس پر کام کر رہا ہے اور 14-ارب روپے چاہئیں لیکن فی الحال ہم چاہتے ہیں کہ کم از کم ایک پلانٹ تو لگ جائے جو کہ بابو صابو کے علاقے میں لگے گا جو کہ 7200 کینال کے علاقے میں لگے گا جس کے لئے زمین خرید لی گئی ہے مگر اس کے لئے 4-ارب روپے سے زیادہ روپیہ چاہئے جو کہ ابھی میسر نہیں ہے۔ میں یہ منصوبہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ جو واسا نے بنایا ہے۔

(اس مرحلہ پر وزیر موصوف کی طرف سے دیئے جانے والے
منصوبے کا نقشہ فاضل ممبر کے حوالے کیا گیا)

جناب ڈپٹی سپیکر: مخدوم صاحب! آپ سے یہ نہیں پوچھ رہے تو آپ انہیں کیوں فراہم کر رہے ہیں؟ ان کا جو سوال ہے اس کا جواب دیں کیونکہ یہ تو ایک تجویز ہے۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! دریائے راوی کے اندر industrial waste water جا رہا ہے تو حکومت کے پاس کوئی پیسا نہیں ہے کیونکہ بہت زیادہ پیسا چاہئے۔ یہ کوئی چھوٹی موٹی پانی کی ڈِگی نہیں بلکہ یہ ایک ٹریٹمنٹ پلانٹ ہے جس کے لئے اربوں روپیہ چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مخدوم صاحب! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ اپنے محکمے کو ہدایت دیں کہ وہ صحیح جواب دیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

This is no reply. It is making a mockery of the replies. [*************] I am telling the department sitting here, that these are all vague answers. These are no answers.

(نعرہ ہائے تحسین)

14-ارب یا 10-ارب یا 4-ارب کا ذکر کر کے یہ اپنی جان چھڑانے کے لئے آپ کو آگے لا رہے ہیں
They should be prepared to give answers

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا کام ریگولیٹری رول کا ہے اور ہمارا کام پلانٹ لگانا نہیں ہے۔ یہ انڈسٹریز، ٹرانسپورٹ، فوڈ، زراعت، آبپاشی کے محکموں نے خود کام کرنا ہے۔ میرا محکمہ پراجیکٹس نہیں بناتا ہم نے watch کرنا ہے کہ ایک نیشنل پالیسی بنی ہوئی ہے اس پالیسی پر ڈیپارٹمنٹ سے عملدرآمد کروانا ہوتا ہے۔ یہ مختلف ڈیپارٹمنٹس ہیں جو کام کرتے ہیں، یہ واسا کا کام ہے کہ اس کے لئے arrange funding کرے اور پنجاب حکومت سے لے، ہم نے صرف watch کرنا ہوتا ہے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کیانی صاحب!

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ شاید مخدوم صاحب بتا نہیں سکے فیڈرل گورنمنٹ نے یہ کام پلان کیا ہوا ہے اس پلان کے لئے اڑھائی ارب روپے منظور ہوا ہے اس پر کام in consultation with the District Government شروع ہو جائے گا میری یہ معلومات ہیں کہ اس پر بہت جلدی کام ہو رہا ہے پیسے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب نہ دینے پر آپ نے جو ڈیپارٹمنٹ کو تنبیہ کی ہے میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں اور میں آپ کی وساطت سے کیانی صاحب سے درخواست کروں گا کہ یہ آپ کی جگہ لینے کی کوشش کر رہے ہیں تو یہ وقت آئے گا کہ یہ آپ کی جگہ لیں گے یہ جواب منسٹر صاحب نے دینا تھا اور اس کا جواب یہ دے رہے ہیں، ان کا یہ محکمہ نہیں ہے۔ اس وقت ہمارے پنجاب میں جو آلودگی کی فضا ہے میں سمجھتا ہوں کہ پورے پاکستان میں اور خصوصاً سب سے گندا ماحول پنجاب کا ہے اور یہ بڑھتا جا رہا ہے۔ میں نے سیالکوٹ کے حوالے سے منسٹر صاحب سے درخواست کی تھی اور اب بھی وہاں پر یہ ہو رہا ہے کہ وہاں پر 100 ٹرالیاں کوڑا روزانہ نکلتا ہے جو کسی جگہ dump نہیں ہوتا وہاں dump کرنے کی جگہ ہی نہیں ہے وہ کیا کرتے ہیں، وہ سڑکوں پر پھینک دیتے ہیں۔ میں نے ان سے پرسوں یہ گزارش کی تھی کہ خدا کے لئے آپ وہاں جائیں، آپ ماحولیات کے وزیر ہیں آپ سیالکوٹ میں جائیں، آپ گوجرانوالہ میں دیکھیں اور لاہور میں دیکھیں

کہ وہاں پر واسا کیا کر رہا ہے، گوجرانوالہ میںT.M.A کیا کر رہی ہے، گوجرانوالہ کی ٹاؤن کمیٹی کیا کر رہی ہے، لوگوں کا وہاں پر جینا دوبھر کر دیا ہے جب وہاں پر کوڑا پھینکا جاتا ہے تو لوگ باہر نہیں نکلتے ان کا کہنا ہوتا ہے کہ ہمیںskin diseasesاور سانس کی بیماریاں ہو گئی ہیں۔ اگر یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی اختیارات نہیں ہیں اور ہمارے پاس کوئیfundingنہیں ہے تو پھر اس منسٹری کو ختم کر دینا چاہئے اور یہ محکمہ کسی اور کے حوالے کر دینا چاہئے تاکہ اس میں بہتر کارکردگی پیدا ہو سکے، شکریہ

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! انہوں نےsolid wasteکی بات کی ہے تو میں لاہور کی مثال دوں گا، لاہور کی انتظامیہ اور ناظموں سے ہم نے مذاکرات کئے۔ انہوں نے دعویٰ یہ کیا کہ ہم70 فیصد کچرا اٹھا لیتے ہیں، ہمارےfiguresیہ ہیں کہ60 فیصد اٹھاتے ہیں اور40 فیصد لاہور میں پڑا رہتا ہے ان کے پاسcapacityنہیں ہے، ٹرک نہیں ہیں اور ان کے پاس آدمی نہیں ہیں، اربوں روپے تنخواہوں میں جاتا ہے پھر بھیcapacityنہیں ہے، یہ ضلعی حکومتوں کا کام ہے کہ یہsolid wasteکو اٹھائیں اور ان کوproper dumpکریں۔ ہر شہر میں جوwaste waterاورsolid waterکی صفائی کا انتظام ہے اس میں من حیث القوم بہت پیچھے ہیں اس پر ضلعی حکومتیں کوشش کر رہی ہیں لیکن ہمارے معیار کے مطابق وہ بہت پیچھے ہیں، یہ کچرا انہوں نے اٹھانا ہے، ہمارے وہاں دورے ہوتے رہتے ہیں، ہم وہاں جاتے رہتے ہیں ان کو کہتے رہتے ہیں لوگTribunalمیں چلے گئے ہیں، ہم ان کے کیسTribunalمیں دیتے جا رہے ہیں۔ اب نئے الیکشن ہو گئے ہیں، اب ہماری دعا ہے کہ جو نئے ناظمین آئے ہیں وہ توجہ دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

محکمہ خوراک جھنگ، 2002تا حال، باردانہ سے متعلقہ تفصیلات

*5126: ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک محکمہ خوراک ضلع جھنگ نے کتنا باردانہ کتنی رقم کا خرید کیا؟

(ب) کتنا باردانہ کسانوں کو ان سالوں میں برائے خرید گندم فراہم کیا گیا؟

(ج) کتنا باردانہ ان سالوں کے دوران خراب یا Damage ہوا؟

(د) کتنا باردانہ ان سالوں کے دوران محکمہ کے ملازمین نے خورد برد کر لیا؟

(ہ) خورد برد کرنے کے ذمہ داران کے خلاف جو کارروائی کی گئی اس کی تفصیل فراہم کریں؟

وزیر خوراک:

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک محکمہ خوراک ضلع جھنگ کو جو باردانہ گورنمنٹ پنجاب نے خرید کر کے دیا اس کی سکیم وار تفصیل حسب ذیل ہے:۔

سال	خرید کردہ جیوٹ بوری	قیمت فی بوری	کل قیمت
2002-03	8,01600	49.95	4,00,39,920
2003-04	26,65,500	50.00	1332,75,000
2004-05	11,97,300	50.00	5,98,65,000
میزان	46,64,400		23,31,79,920
2002-03	4,47,000	10.10	45,14,700
2003-04	0	0	0
2004-05	16,00,000	12.25	1,96,00,000
میزان	20,47,000		2,41,14,700

(ب) زمینداران / کاشتکاران کو سکیم وار جو باردانہ تقسیم کیا گیا۔

سال	موجودہ باردانہ	خرید کردہ باردانہ (جیوٹ پی۔پی)	تقسیم کردہ باردانہ
2002-03	7,78,489	10,25,100	18,03,589
2003-04	0	2,56,600	23,67,742
2004-05	5,17,880	19,97,300	25,15,180

تمام تقسیم کردہ باردانہ بھر کر گندم کی صورت میں موصول ہوا۔

(ج) ان سکیموں میں کوئی باردانہ خراب نہ ہوا۔

(د) ان سکیموں میں کوئی باردانہ خورد بُرد نہ ہوا ہے۔

(ہ) ان سکیموں میں باردانہ خورد برد نہ ہونے کی وجہ سے کسی اہلکار کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہوئی۔

اوکاڑہ، عبداللہ شوگر ملز سے پیدا شدہ آلودگی اور حکومتی اقدامات کی تفصیل

*5725: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع اوکاڑہ میں واقع عبداللہ شوگر ملز میں فلٹر نہ ہونے کی وجہ سے زہر آلود گیسیں اور مادے خارج ہو رہے ہیں۔ جن کے باعث کئی قسم کی وبائی امراض پھیل رہی ہیں۔ مویشی بھی مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ فصلیں تباہ ہو رہی ہیں اور زرعی پیداوار میں شدید کمی ہو رہی ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ مل کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کرنے کو تیار ہے نیز ملز مالکان کو فلٹر لگانے پر راغب کیا جا سکتا ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تحفظ ماحولیات:

(الف) محکمہ تحفظ ماحول کے سروے کے مطابق یہ بات نوٹ کی گئی ہے کہ عبداللہ شوگر ملز انتظامیہ نے دھواں کنٹرول کرنے کے آلات نصب کئے ہوئے تھے مگر پھر بھی مکمل طور پر فضائی آلودگی پر قابو نہ پایا گیا۔ اس کے علاوہ پانی کی آلودگی ختم کرنے کے لئے بھی خاطر خواہ انتظام نہ پایا گیا۔

(ب) ان مسائل پر قابو پانے کے لئے عبداللہ شوگر ملز کو Environment Protection Order جاری کیا گیا۔ جونہی کرشنگ سیزن کا آغاز ہو گا۔ محکمہ کی ٹیم دوبارہ فیکٹری کا سروے کرے گی اور پھر بھی اگر اقدامات نہ پائے گئے تو اس کا کیس تحفظ ماحول ٹریبونل میں بھیج دیا جائے گا۔

پیکیجز فیکٹری لاہور سے نکلنے والے گندے پانی سے پیدا شدہ مسائل اور حکومتی اقدامات

*6018: محترمہ صغیرہ اسلام: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور شہر کے سب سے مہنگے رہائشی منصوبے ڈیفنس میں پیکیجز فیکٹری لاہور سے نکلنے والے گندے پانی سے فضا میں سانس لینا مشکل ہو گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ گندے پانی کے تعفن سے الیکٹرک کی چیزوں سے گیس خارج ہو جاتی ہے؟

(ج) کیا حکومت فیکٹری کے مالکان کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتی ہے؟

(د) کیا فیکٹری کے مالکان اس پورے نالے کو کور کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، تو کب تک؟

وزیر تحفظ ماحولیات:

(الف) پیکیجز فیکٹری 1956 میں قائم ہوئی تھی۔اس وقت یہ آبادی سے کافی دور تھی۔ فیکٹری سے نکلنے والے گندے پانی کو کافی حد تک Treat کیا جاتا ہے۔ فیکٹری کا پرائیویٹ نالہ زیادہ تر covered ہے، اس وجہ سے علاقہ کی فضا میں عام طور پر کسی تعفن یا بدبو کا اتنا اثر محسوس نہ کیا گیا ہے جس سے سانس لینا مشکل ہو جائے تاہم سیکٹر EE ڈیفنس میں بدبو کا کچھ مسئلہ ہے۔

(ب) گندے پانی کے تعفن سے برقی آلات کے خراب ہونے کی کوئی شہادت نہ ملی ہے۔

(ج) محکمہ ہذا نے فیکٹری انتظامیہ سے جواب طلب کیا تو انہوں نے اپنے جواب مورخہ 29۔دسمبر 2004 میں تحریر کیا ہے کہ آلودگی کی روک تھام اور ماحول میں بہتری کے لئے کئی اقدامات کئے ہیں جن میں قابل ذکر Primary & Secondary Treatment Plant اور Chemical Recovery Plant کی تنصیب شامل ہے۔ فیکٹری نے اب ایک Tertiary Treatment Plant لگانے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔

(د) فیکٹری کا پرائیویٹ نالہ زیادہ تر Covered ہے۔ باقی ماندہ نالہ کو Cover کرنے کے لئے فیکٹری ہذا نے مبہم تحریر دی ہے۔ وضاحت طلب کی جارہی ہے۔

تحصیل ٹیکسلا کی فضا میں گردوغبار اور شور کے level کی زیادتی

*6047: جناب محمد وقاص: کیا وزیر تحفظ ماحولیات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل ٹیکسلا میں محکمہ کی چیکنگ کے بعد فضائی آلودگی میں گردوغبار کا level اور غیر مخصوص اوقات میں شور کا level بھی زیادہ پایا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ نے تحصیل ناظم کو مراسلہ لکھا کہ سالڈ ویسٹ اور سیوریج سے پیدا ہونے والی آلودگی پر قابو پایا جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پریشر ہارن کے استعمال کے خلاف D.C.O کو مراسلہ لکھا گیا؟

(د) اب تک ان ذمہ داران کی طرف سے مذکورہ مسائل کے حل کے لئے کیا کارروائی عمل میں آئی، تفصیل سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

وزیر تحفظ ماحولیات:

(الف) یہ درست ہے کہ تحصیل ٹیکسلا میں گرد و غبار اور شور کا level زیادہ پایا گیا ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ تحصیل ناظم ٹیکسلا کو تحریر کیا گیا کہ سالڈ ویسٹ اور سیوریج سے پیدا ہونے والی آلودگی پر قابو پانے کے لئے مناسب انتظامات جلد از جلد کئے جائیں۔

(ج) یہ بھی درست ہے کہ D.C.O کو ایسا تحریر کیا گیا تھا۔

(د) تحصیل ناظم نے بذریعہ مراسلہ نمبر 687 TMAT/ مورخہ 04-10-18 مطلع کیا ہے کہ سالڈ ویسٹ اور سیوریج سے پیدا ہونے والی آلودگی پر قابو پا لیا گیا ہے۔ متعلقہ صفائی کا عملہ روزانہ شہر کی صفائی کرتا ہے۔ اب فضائی آلودگی نہ ہے۔ (Annex-1 ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے) ٹریفک سے پیدا ہونے والے شور کی آلودگی پر قابو پانے کے لئے ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر راولپنڈی نے سپرنٹنڈنٹ پولیس ٹریفک راولپنڈی ریجن کو ہدایات جاری کر دی ہیں (Annex-ii ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے)

ضلع راولپنڈی، گندم سٹور کرنے کے گوداموں سے متعلقہ تفصیل

*6811: جناب محمد وقاص: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع راولپنڈی میں گندم سٹور کرنے کے کتنے گودام ہیں اور کس کس جگہ واقع ہیں؟

(ب) ان میں سے کتنے محکمے کی ملکیت میں ہیں اور کتنے کرایہ پر ہیں؟

(ج) سال 2004 میں ضلع راولپنڈی کے لئے گندم سٹور کرنے کا کتنا ہدف تھا؟

وزیر خوراک:

(الف) ضلع راولپنڈی میں گندم سٹور کرنے کے لئے گودام مندرجہ ذیل جگہوں پر واقع ہیں۔

نمبر شمار	نام پی آر سنٹر	لوکیشن
1-	اسلام آباد-1	سیکٹر 4-11/1 اسلام آباد
2-	اسلام آباد-11	-ایضاً-
3-	اسلام آباد-111	-ایضاً-
4-	بنزراولپنڈی	ٹیپوروڈ راولپنڈی
5-	گوجرخان	نزد ریلوے سٹیشن گوجرخان
6-	سہالہ	نزد ریلوے سٹیشن سہالہ
7-	کہوٹہ	پنجر روڈ کہوٹہ
8-	واہ کینٹ	نزد ایف جی بوائز ہائی سکول واہ کینٹ
9-	ٹیکسلا	نزد ریلوے سٹیشن ٹیکسلا
10-	مری	سنی بنک مری

مندرجہ بالا جگہوں پر کل گودام 111 ہیں۔

(ب) مندرجہ بالا تمام سنٹرز/گودام محکمہ خوراک پنجاب کی ملکیت میں ہیں۔ماسوائے ٹیکسلا پی آر سنٹر جس کی (Land) لینڈ محکمہ ریلوے کی ملکیت ہے۔

(ج) سال 2004 میں ضلع راولپنڈی کے لئے گندم سٹور کرنے کا ہدف چھ لاکھ میٹرک ٹن تھا۔

محکمہ خوراک میں فوڈ سٹیمپ سکیم کے تحت آٹا کی سپلائی کی تفصیل

*6859: شیخ عزیز اسلم: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ ہذا نے سال 2004 سے آج تک کتنا آٹا فوڈ سٹیمپ سکیم کے مطابق عوام کو دیا۔ تفصیل بیان فرمائیں اور فوڈ سٹیمپ سکیم میں بیس کلو آٹا کا تھیلا کس قیمت پر سپلائی کیا گیا؟

(ب) فوڈ سٹیمپ سکیم کس تاریخ کو بند کی گئی اور اس کو بند کرنے کی وجوہات کیا تھیں؟

(ج) کیا فوڈ سٹیمپ سکیم کی طرز پر حکومت غریبوں کو کوئی رعائتی قیمت آٹا سکیم دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں نیز فوڈ سٹیمپ سکیم پنجاب کے کن کن شہروں میں شروع کی گئی تھی ان شہروں کے نام کیا ہیں؟ سٹیمپ

وزیر خوراک:

(الف) چونکہ فوڈ سٹیمپ سکیم عرصہ دراز سے ختم ہو چکی ہے اور اس کے متبادل وزیر اعلیٰ سستا آٹا پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ جس میں سکیم 04-2003 میں 14,83,155 تھیلا آٹا بیس

کلو گرام بحساب170روپے فی تھیلا فروخت کیا گیا اور سکیم05-2004میں93,94076 تھیلا آٹا وزن دس کلو گرام بحساب90 روپے فروخت کیا گیا۔

(ب) اکتوبر1994کے بعد فوڈ سٹیمپ سکیم ختم ہو گئی تھی۔ چونکہ یہ سکیم حکومت پاکستان نے جاری کی تھی اور صوبائی سطح پر اس کو جاری رکھنے اور بند کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا۔

(ج) یہ درست ہے کہ دوران رمضان المبارک اور وزیر اعلیٰ سستا آٹا پروگرام کے تحت غریب عوام کو ارزاں نرخوں پر آٹا فراہم کیا جاتا ہے، فوڈ سٹیمپ سکیم پنجاب کے شہر لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی، فیصل آباد، جھنگ، ملتان، مظفر گڑھ، بہاول پور اور ڈی جی خان میں شروع کی گئی تھی۔

ضلع لاہور / شیخوپورہ، 2003، فلور ملوں کو جاری کوٹا گندم کی تفصیل اور متعلقہ دیگر معلومات

*6877: چودھری محمد اکرم گجر: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور اور شیخوپورہ کی کس کس فلور مل کو کن کن تاریخوں میں کتنا کتنا کوٹا گندم یکم جنوری2003سے2004تک دیا گیا ہے، ان کے نام وپتاجات سے آگاہ فرمائیں؟

(ب) زمیندار کو صحیح قیمت دینے کے لئے کیا محکمہ خوراک صوبہ کی تمام تحصیلوں سے گندم خریدنے کا پروگرام رکھتا ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

(ج) 2005میں گندم کو سٹور کرنے کے لئے کتنے سرکاری اور کتنے پرائیویٹ گودام لئے گئے ہیں، الگ الگ تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر خوراک:

(الف) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) زمیندار کو صحیح قیمت دینے کے لئے محکمہ خوراک لاہور ڈویژن نے تمام تحصیلوں، ماسوائے اوکاڑہ ضلع کی وہ تحصیلیں جن میں پاسکو خریداری کرنے کا مجاز ہے، گندم خریدنے کا پروگرام بنایا ہے اور اس سلسلے میں تمام ضروری سہولیات ادائیگی وغیرہ کا بندوبست کیا ہے۔

(ج) ضلع لاہور اور شیخوپورہ میں کل سرکاری اور پرائیویٹ گوداموں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

ضلع	سرکاری گودام	پرائیویٹ گودام
لاہور	5	-
شیخوپورہ	12	2

ضلع لاہور / شیخوپورہ، گندم کے گوداموں اور شیخوپورہ میں 2004 کے گندم کی خرید کے اہداف سے متعلقہ تفصیل

*6878: چودھری محمد اکرم گجر: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع شیخوپورہ اور لاہور میں گندم سٹور کرنے کے کتنے گودام ہیں اور کس کس جگہ واقع ہیں؟

(ب) سال 2004 میں ضلع شیخوپورہ کے لئے سرکاری ہدف گندم جمع کرنے کا کیا تھا۔ کیا اس کے مطابق گندم جمع کی گئی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

(ج) مذکورہ گوداموں میں کتنی گندم کو سٹور کیا گیا، کتنے سٹور ناکارہ ہیں اور کتنی گندم کھلی جگہ پر سٹور کی گئی ہے؟

وزیر خوراک:

(الف) ضلع شیخوپورہ اور لاہور میں گندم سٹور کرنے کے 17 گودام ہیں اور ایک عدد گودام ناکارہ ہے جو درج ذیل جگہ پر واقع ہیں:۔

ضلع شیخوپورہ

1۔ شیخوپورہ	2۔ فاروق آباد	3۔ خانقاہ ڈوگراں
4۔ ڈھاباں سنگھ	5۔ سانگلہ ہل	6۔ شاہ کوٹ
7۔ پنواں	8۔ مانانوالہ	9۔ ننکانہ صاحب
10۔ وار برٹن	11۔ مریدکے	12۔ نارنگ

ضلع لاہور

1۔ بادامی باغ لاری اڈا	2۔ رکھ چھبیل نزد یادگار شہیداں ہربنس پورہ
3۔ رائیونڈ نزد ریلوے پھاٹک	4۔ مغل پورہ نزد ریلوے پھاٹک

5- گلبرگ نزد گورومانگٹ 6- سگنل شاپ نزد ریلوے سگنل (ناکارہ)

(ب) سال2004 ضلع شیخوپورہ میں متوقع خریداری ہدف90,000 میٹرک ٹن مقرر کیا گیا تھا جبکہ 29059 میٹرک ٹن گندم خرید کی گئی تھی۔ جس کی وجہ گندم کی آزاد پالیسی تھی، جس میں زمیندار کو حق حاصل ہوتا ہے کہ جہاں سے اس کو گندم کی رقم زیادہ ملے وہاں پر ہی فروخت کر سکتا ہے۔

(ج) مذکورہ گوداموں میں 132990.474 میٹرک ٹن گندم سٹور کی گئی۔ ایک عدد گودام واقع ریلوے سگنل شاپ ورکشاپ ناکارہ ہے اور5250.200 میٹرک ٹن گندم کھلی جگہ پر گنجیوں کی صورت میں سٹور کی گئی۔

گوجرانوالہ، رعائتی قیمت پر اور فوڈ سٹیمپ سکیم کے تحت آٹے کی سپلائی سے متعلقہ تفصیل

*6935: چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گوجرانوالہ میں محکمہ خوراک نے کتنا آٹا رعائتی قیمت پر سپلائی کیا۔ تفصیل بیان فرمائیں؟

(ب) محکمہ ہذا نے سال2004 سے آج تک کتنا آٹا فوڈ سٹیمپ سکیم کے تحت عوام کو دیا۔ تفصیل بیان فرمائیں اور فوڈ سٹیمپ سکیم میں بیس کلو آٹا کا تھیلہ کس قیمت پر سپلائی کیا گیا؟

(ج) کیا فوڈ سٹیمپ سکیم کی طرز پر حکومت غریبوں کو کوئی رعائتی قیمت آٹا سکیم دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں، نیز فوڈ سٹیمپ سکیم گوجرانوالہ کے جن علاقوں میں شروع کی گئی تھی، ان کے نام کیا ہیں؟

وزیر خوراک:

(الف) وزیراعلیٰ سستا آٹا پروگرام کے تحت گوجرانوالہ ضلع میں دسمبر2004 سے15- مئی 2005 تک5,16,725 تھیلا آٹا وزنی10 کلو گرام بحساب90 روپے فی تھیلا تقسیم کیا۔

(ب) اس سلسلہ میں یہ بتانا ضروری ہے کہ فوڈ سٹیمپ سکیم کے تحت آٹے کی فراہمی اکتوبر1999 سے بند ہے۔ فوڈ سٹیمپ سکیم مرکزی حکومت نے شروع کی تھی، حکومت پنجاب نے وزیراعلیٰ سستا آٹا پروگرام کے تحت سال2003-04 ضلع گوجرانوالہ میں 76,001 تھیلا آٹا وزنی بیس کلو گرام فی تھیلا بحساب170 روپے فی تھیلا تقسیم کیا جبکہ سکیم

2004-05 میں 5,16,725 تھیلا آٹا وزنی دس کلو گرام فی تھیلا بحساب 90روپے فی تھیلا تقسیم کیا گیا۔

(ج) جی ہاں جیسا کہ پیرا (ب) کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ حکومت پنجاب وزیر اعلیٰ سستا آٹا سکیم کے تحت غریب عوام کو ارزاں نرخوں پر آٹا فراہم کرتی ہے، اس کے علاوہ ماہ رمضان میں بھی سستا آٹا فراہم کیا جاتا ہے۔

ضلع گوجرانوالہ، 2005 میں گندم کی خرید کے لئے حکومتی اقدامات کی تفصیل

*6965: چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں موجودہ گندم کے سیزن (اپریل 2005) میں کتنی گندم خرید کرنے کا حکومت کا پروگرام تھا؟

(ب) اس مقصد کے لئے ضلع ہذا میں گندم کی خرید کے لئے کس کس جگہ پر سنٹر قائم کئے گئے؟

(ج) گندم کی خرید کے لئے مذکورہ سیزن میں کتنی رقم حکومت کی طرف سے اس ضلع کو فراہم کی گئی؟

(د) گندم کی خرید کے لئے کتنا باردانہ حکومت کی طرف سے اس ضلع کو فراہم کیا گیا؟

(ہ) کیا اس ضلع میں پیدا ہونے والی تمام گندم حکومت مقررہ نرخ پر کسانوں سے خریدنے کا پروگرام رکھتی ہے؟

(و) کیا گندم کسانوں سے حکومت خرید رہی ہے یا ڈل مین؟

وزیر خوراک:

(الف) موجودہ سیزن (اپریل 2005) ضلع گوجرانوالہ کے لئے حکومت پنجاب محکمہ خوراک کی طرف سے 1,50,000 میٹرک ٹن گندم خریدنے کا ہدف مقرر ہوا۔

(ب) ضلع گوجرانوالہ میں خریداری گندم کے لئے درج ذیل سنٹر قائم کئے گئے۔

نمبر شمار	نام سنٹر	نمبر شمار	نام سنٹر
1۔	گوجرانوالہ-I	2۔	گوجرانوالہ -II
3۔	گوجرانوالہ-III	4۔	کامونکی
5۔	ایمن آباد	6۔	نوشہرہ ورکاں
7۔	گکھڑ	8۔	وزیر آباد
9۔	علی پور چٹھہ	10۔	احمد نگر (فلیگ)

11-	قلعہ دیدار سنگھ (فلیگ)	12-	نوکھر (فلیگ)
13-	تتلے والی (فلیگ)	14-	ورپال (فلیگ)

(ج) ضلع گوجرانوالہ میں 1,50,000 میٹرک ٹن گندم کی خریداری کے لئے سال 06-2005 میں مبلغ 1504.5 روپے کی ادائیگی بذریعہ بنک برانچوں کے انتظامات کئے گئے۔

(د) حکومت پنجاب محکمہ خوراک نے ضلع ہذا کو درج ذیل مقدار باردانہ فراہم کی۔

نمبر شمار	باردانہ کی قسم	بیل (تھیلے)
1-	PP تھیلا	1800 (5,40,000) تھیلے
2-	جیوٹ بیگ	23,200 (6,90,600) بیگ

(ہ) حکومت پنجاب محکمہ خوراک نے نہ صرف ضلع گوجرانوالہ بلکہ پورے صوبہ پنجاب میں پیدا ہونے والی گندم مقررہ نرخ پر کسانوں سے خرید کرنے کا منصوبہ بنایا اور الحمدللہ عملی طور پر اس پر عملدرآمد کیا گیا۔

(و) امسال 2005 میں حکومتی پالیسی کے مطابق خریداری گندم پر کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہ کی گئی۔ یوں کسانوں سے محکمہ خوراک حکومت پنجاب اور مڈل مین نے بھی گندم خرید کی۔

ملتان۔ فضائی آلودگی کے خاتمہ کے لئے حکومتی اقدامات

*6980: سید مجاہد علی شاہ: کیا وزیر تحفظ ماحولیات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ملتان شہر میں فیکٹریوں اور ٹرانسپورٹ کے دھوئیں کی وجہ سے فضائی آلودگی بڑھ رہی ہے؟

(ب) کیا محکمہ اس فضائی آلودگی کو کم یا ختم کرنے کے لئے کوئی اقدامات کر رہا ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تحفظ ماحولیات:

(الف) ملتان میں فضائی آلودگی کی وجہ گاڑیوں کا دھواں اور کارخانے ہیں۔

(ب) آلودگی کم کرنے کے لئے درج ذیل اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

ا- "وزیراعلیٰ گرین پروگرام" کے تحت دسمبر 2007 تک ملتان شہر میں 2 سٹروک انجن والے رکشے ختم کر کے ان کی جگہ CNG Fitted Kit 4 Stroke Engine

رکشے چلائے جائیں گے جس سے فضائی آلودگی میں خاطر خواہ کمی ہو گی۔

II۔ اسی طرح ملتان شہر سے باہر قائم شدہ انڈسٹریل اسٹیٹ میں بحالی / تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے اسٹیٹ میں تمام بنیادی سہولیات مہیا کر دی گئی ہیں۔ اگلے چند سالوں میں ملتان شہر سے بیشتر کارخانے اس انڈسٹریل اسٹیٹ میں منتقل ہو جائیں گے جس سے فضائی آلودگی میں مزید کمی ہو گی۔

فضائی آلودگی میں کمی کے حکومتی اقدامات
اور شجاع آباد میں دفتر تحفظ ماحولیات کا قیام

*6981: سید مجاہد علی شاہ: کیا وزیر تحفظ ماحولیات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) وزارت ماحولیات پنجاب نے آج تک فضائی آلودگی کو کم کرنے کے لئے پنجاب میں جو بڑے اقدامات اٹھائے ہیں، ان کی تفصیل سے عوام کو آگاہ فرمائیں؟

(ب) کیا شجاع آباد (ملتان) میں فضائی آلودگی کو کنٹرول کرنے کے لئے کوئی ادارہ کام کر رہا ہے۔ اگر نہیں تو کیا حکومت وہاں تحفظ ماحولیات کا ادارہ قائم کرنے کو تیار ہے؟

وزیر تحفظ ماحولیات:

(الف) اس ضمن میں اٹھائے گئے اقدامات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

I۔ "وزیر اعلیٰ گرین پروگرام" کے تحت دسمبر 2007 تک 2 سٹروک انجن والے رکشے ختم کر کے ان کی جگہ CNG Fitted Kit 4 Stroke Engine رکشے چلنے لگیں گے جس سے فضائی آلودگی میں خاطر خواہ کمی ہو گی۔

II۔ لاہور، ملتان اور فیصل آباد جیسے بڑے صنعتی شہروں کے باہر انڈسٹریل سٹیٹس بحال / قائم کی گئی ہیں جن میں تمام بنیادی سہولیات مہیا کی جارہی ہیں۔ اگلے چند سالوں میں شہروں سے بیشتر کارخانے ان انڈسٹریل سٹیٹس میں منتقل ہو جائیں گے، جس سے شہروں کے اندر فضائی آلودگی میں کمی آئے گی۔

(ب) ملتان شہر میں ضلعی سطح پر ڈسٹرکٹ آفیسر ماحولیات کا دفتر قائم ہے۔ جو شجاع آباد تحصیل کے لئے بھی کام کرتا ہے۔

فیصل آباد، رہائشی علاقہ میں غیر قانونی ٹیکسٹائل انڈسٹری کے قیام اور حکومتی اقدامات کی تفصیل

*6997: جناب اشتیاق احمد مرزا: کیا وزیر تحفظ ماحولیات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مکان نمبر 1123، 1147 اور 1148 بلاک (بی) سول کوارٹرز غلام محمد آباد کالونی فیصل آباد میں ملک ارشد نامی شخص نے غیر قانونی ٹیکسٹائل انڈسٹری قائم کر رکھی ہے، جس سے پورا رہائشی علاقہ سخت پریشان ہے، پورے علاقے کی فضا آلودہ رہتی ہے، مشینوں کے شور سے آس پاس کے گھروں کا سکون تباہ ہو کر رہ گیا ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ٹیکسٹائل انڈسٹری کو بند کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک، اگر نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

وزیر تحفظ ماحولیات:

(الف) ضلعی افسر ماحولیات، فیصل آباد کی رپورٹ کے مطابق پلاٹ نمبر 1123 میں کمپیوٹرائزڈ ایمبرائیڈری مشینری لگائی گئی ہے۔ پلاٹ نمبر 1147 اور 1148 سٹور کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں دوران سروے پایا گیا کہ مذکورہ انڈسٹری 1996 میں لگائی گئی۔ مذکورہ انڈسٹری نے محکمہ ماحولیات سے زیر دفعہ 12 ماحولیاتی ایکٹ 1997 اجازت نہیں لی ہے۔

(ب) ذاتی شنوائی کے بعد قانونی کارروائی کی جائے گی۔

صوبہ میں قائم شوگر ملز اور ان سے متعلقہ دیگر تفصیلات

*7120: حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ پنجاب میں کتنی شوگر ملیں ہیں۔ ان میں کتنی پیداوار دے رہی ہیں۔ کتنی بند پڑی ہیں۔ ہر شوگر مل میں اوسطاً روزانہ کتنی چینی تیار ہوتی ہے اور اس کے لئے روزانہ کتنا گنا درکار ہوتا ہے؟

(ب) آئندہ سالوں میں کس کس جگہ نئی شوگر ملز لگانے کے لئے اجازت دی گئی ہے اور ہر شوگر مل کی اوسطاً روزانہ کیا پیداوار ہوگی؟

(ج) کتنی شوگر ملیں، کاٹن(Cotton)اور مونجی(Paddy)پیدا کرنے والے روایتی علاقوں میں قائم کی گئی ہیں۔ان علاقوں میں شوگر ملز لگانے سے کیا کاٹن اور مونجی کی فصلات میں شدید کمی واقع نہیں ہو گئی؟

وزیر خوراک:

(الف) صوبہ پنجاب میں کل39شوگر ملیں ہیں۔تمام ملیں چالو حالت میں ہیں۔البتہ گزشتہ سیزن2004-05میں گنج بخش شوگر مل پسرور نے کرشنگ نہ کی تھی۔پنجاب میں کوئی بھی شوگر مل بند نہ ہے۔صوبہ پنجاب میں شوگر ملوں کی اوسط پیداواری استعداد420ٹن چینی یومیہ ہے جبکہ گزشتہ سیزن میں اوسطاً414ٹن چینی یومیہ پیدا ہوئی۔پاکستان شوگر ملز ایسوسی ایشن کی رپورٹ کے مطابق صوبہ پنجاب کی شوگر ملوں کی کل استعداد کے مطابق2,01,600ٹن گنا درکار ہے۔

(ب) نئی شوگر ملز کے قیام کی اجازت انڈسٹریز ڈیپارٹمنٹ دیتا ہے۔تاحال آئندہ سالوں میں نئی شوگر ملز لگانے کی اجازت نہیں دی گئی۔لہذا موجودہ شوگر ملوں کی پیداواری استعداد پر اس حوالے سے کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

(ج) زیادہ تر شوگر ملیں گنا پیدا کرنے والے علاقوں میں قائم ہیں۔کاٹن اور مونجی پیدا کرنے والے علاقوں میں بہت کم شوگر ملز قائم ہیں۔لہذا ان علاقوں میں کاٹن یا مونجی کی پیداوار متاثر نہیں ہوتی۔

صوبہ پنجاب سے دیگر صوبوں اور ممالک کو فراہم کردہ گندم اور اس سے متعلقہ تفصیلات

*7121: حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب، صوبہ سرحد اور بلوچستان کو سرکاری سطح پر گندم فراہم کرتی ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو حکومت مذکورہ دونوں صوبوں کو کتنی مقدار میں اور کتنی قیمت پر گندم فراہم کرتی ہے؟

(ج) کیا صوبہ پنجاب سے گندم وفاقی حکومت کو افغانستان اور بیرون ممالک کو برآمد کرنے کے لئے فراہم کی جارہی ہے اور اگر جواب اثبات میں ہے تو گزشتہ دو سال میں کتنی گندم اس مقصد کے لئے فراہم کی گئی اور اس کی مقدار بڑھانے کے لئے کیا تجاویز زیر غور ہیں؟

وزیر خوراک:

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب وفاقی حکومت کی ہدایات پر صوبہ سرحد اور بلوچستان کو اور دیگر صوبہ جات ایجنسیز کو سرکاری سطح پر گندم فراہم کرتی ہے۔

(ب) سال 05-2004 صوبہ پنجاب نے صوبہ سرحد کو 74 میٹرک ٹن اور صوبہ بلوچستان کو 2151 میٹرک ٹن گندم بحساب 10950 روپے فی میٹرک ٹن فراہم کی۔

(ج) گزشتہ دو سال سے صوبہ پنجاب کی طرف سے وفاقی حکومت کو افغانستان اور دیگر بیرون ممالک برآمد کرنے کے لئے گندم فراہم نہ کی گئی ہے۔

ضلع راولپنڈی، 2005، گندم کی خرید، سنٹرز اور ٹارگٹ سے متعلقہ تفصیل

*7128: راجہ محمد طارق کیانی: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع راولپنڈی میں اپریل 2005 میں کتنی گندم خرید کرنے کا حکومت کا پروگرام تھا؟

(ب) اس مقصد کے لئے ضلع ہذا میں گندم کی خرید کے لئے کس کس جگہ پر سنٹر قائم کئے گئے تھے؟

(ج) گندم کی خرید کے لئے کتنی رقم حکومت کی طرف سے اس ضلع کو فراہم کی گئی تھی؟

(د) گندم کی خرید کے لئے کتنا باردانہ حکومت کی طرف سے اس ضلع کو فراہم کیا گیا تھا؟

(ہ) اس ضلع میں گندم کی خرید کے لئے کتنا ٹارگٹ تھا اور کتنی گندم خرید کی گئی، اگر ٹارگٹ سے کم گندم خریدی گئی تو حکومت نے متعلقہ ذمہ داران کے خلاف کیا کارروائی کی ہے؟

وزیر خوراک:

(الف) 2005 میں ضلع راولپنڈی کے لئے محکمہ خوراک حکومت پنجاب کی طرف سے گندم خریدنے کا ہدف 2000 میٹرک ٹن مقرر ہوا۔

(ب) ضلع راولپنڈی میں گندم خریدنے کے لئے درج ذیل مقامات پر خریداری سنٹر قائم کئے گئے۔

نمبر شمار	نام سنٹر
1-	اسلام آباد- II
2-	ٹیکسلا
3-	گوجر خان

(ج) گندم کی خرید کے لئے راولپنڈی ضلع کو مبلغ 2,00,60,000 روپے فراہم کئے گئے۔

(د) حکومت پنجاب محکمہ خوراک کی طرف سے ضلع راولپنڈی کو دو لاکھ پی پی تھیلا باردانہ فراہم کیا گیا۔

(ہ) ضلع راولپنڈی میں گندم خریدنے کا ٹارگٹ 2000 میٹرک ٹن مقرر کیا گیا تھا جب کہ 1492 میٹرک ٹن گندم خریدی گئی جو کہ ٹارگٹ کا 74.60 فیصد بنتی ہے۔ واضح کیا جاتا ہے کہ ضلع راولپنڈی گندم کے لحاظ سے پنجاب کا Deficit ضلع ہے۔ زیادہ تر علاقہ بارانی ہے اور گندم کم پیدا ہوتی ہے تاہم علاقے کے زمینداروں کی سہولت کے لئے محکمہ خوراک پنجاب نے راولپنڈی میں تین خریداری مراکز قائم کئے تا کہ مقامی زمیندار ضرورت سے زیادہ گندم محکمہ خوراک کو فروخت کر سکیں۔

غیر نشان زدہ سوال اور اس کا جواب

ضلع اوکاڑہ میں خالی اسامیوں پر فوڈ انسپکٹروں کی بھرتی کا مسئلہ

394: **محترمہ انجم سلطانہ**: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کافی عرصہ سے ضلع اوکاڑہ میں فوڈ انسپکٹروں کی بھرتی نہیں کی گئی ہے جبکہ بہت ساری سیٹیں خالی ہیں؟

(ب) کیا حکومت فوڈ انسپکٹر بھرتی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر خوراک:

(الف) یہ درست نہ ہے۔ ضلع اوکاڑہ میں فوڈ انسپکٹروں کی کل اٹھارہ اسامیاں ہیں جو پر ہیں۔ تاحال فوڈ انسپکٹر کی ضلع اوکاڑہ میں کوئی اسامی خالی نہ ہے۔

(ب) فی الحال حکومت پنجاب کی طرف سے نئی بھرتی پر پابندی ہے۔ جب پابندی ختم ہو گی تو قواعد و ضوابط اور پالیسی کے مطابق خالی سیٹوں پر بھرتی کی جائے گی۔

پوائنٹ آف آرڈر

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ اعجاز صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! روزنامہ "پاکستان" میں ایک خبر جلی حروف سے شائع ہوئی ہے جس میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ اسمبلی سیکرٹریٹ میں ایک دھمکی آمیز کال آئی ہے جس کی وجہ سے سکیورٹی الرٹ کر دی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ پنجاب اسمبلی کے اس ایوان کو بم سے اڑا دیا جائے گا یہ آج کی خبر ہے اور میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون تو یہاں پر موجود نہیں ہیں جو بھی ان کے ذمہ دار یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو اسمبلی سیکرٹریٹ کو جو threatening calls آئی ہیں یہ کس نے وصول کی تھیں اور اب تک کیا security measures adopt کئے گئے ہیں؟ یہ پنجاب کا سب سے اہم ترین ایوان ہے جس کو اگر security threat آیا ہے تو اس سلسلے میں حکومت پنجاب نے کیا اقدامات کئے ہیں؟ آج ہم دیکھ تو رہے ہیں کہ باہر دو چار بیریئرز زیادہ لگائے گئے ہیں لیکن یہ ذرا بتائیں کہ انہوں نے کیا اقدامات کئے ہیں اور کس نے وہ کال کی تھی اور کس نے وہ کال وصول کی تھی؟ یہ خبر آج اخبار میں چھپی ہے اور تمام ممبران بہت پریشان ہیں، یہ خبر کس نے لگوائی ہے؟ یہ ذرا پوچھ کر بتا دیں یہ بہت اہم معاملہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، عمران مسعود صاحب! He is officiating on behalf of Law Minister who is not available today

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! شیخ صاحب نے جس issue کی نشاندہی کی ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے کوئی ایسی خبر جب بھی موصول ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ حکومت اس پر ایک reaction show کرتی ہے لیکن جو انہوں نے مخصوص اسمبلی کے بارے میں بتایا ہے کہ کوئی threat call آئی ہے تو اس بارے میں تو آپ اپنے عملے سے پوچھ کر ہاؤس کو بتا سکتے ہیں لیکن ہمارا standard procedure ہے کہ ہم نے جو اہم ادارے ہیں جیسے اسمبلی ہے، سیکرٹریٹ ہے وہاں آپ ہی کے حکم کے مطابق سکیورٹی کا پورا پلان مرتب ہوا ہے جس کے ذریعے ہر معزز ممبر کی گاڑی کو چیک کیا جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی ایسا واقعہ ارد گرد اگر نظر آئے تو اس کو haul up کر لیا جائے۔ ان کی نشاندہی پر ہم مزید تحقیق کر لیں گے، اگر خدانخواستہ کوئی ایسی بات ہوئی تو اس کو بڑے صحیح انداز

میں tackle کیا جائے گا۔ شکریہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، صدیقی صاحب!

میڈیکل کالجوں میں داخلے کے لئے انٹری ٹیسٹ کا مسئلہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو وزیر صحت سے متعلق ہے۔ پنجاب میں کچھ دن قبل میڈیکل کالج کے داخلے کے لئے جو ٹیسٹ ہوئے ہیں وہ پنجاب بھر میں ہوئے ہیں اس کے رزلٹ بھی کچھ دن پہلے شائع ہو چکے ہیں میں آپ کی توجہ رزلٹ کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان ان تین ڈویژنز سے تقریباً ستائیس سو طلباء و طالبات نے qualify کر کے QMC بہاولپور اور نشتر میڈیکل کالج ملتان میں امتحان دیئے آپ یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ وہ 2700 طلباء و طالبات جو فرسٹ ڈویژن لینے کے بعد اور qualify کرنے کے بعد اس ٹیسٹ میں appear ہوئے تھے ان میں سے صرف 60 کو پاس کیا گیا ہے جبکہ ایک لاہور کے سنٹر سے 1500 طلباء و طالبات کو پاس کر کے میڈیکل کالج کے داخلے کے لئے qualify کر دیا گیا ہے اور باوثوق ذرائع سے یہ confirm اطلاع ہے کہ لاہور میں ان 1500 طلباء اور طالبات کو ڈاکٹر بنانے کے لئے انہوں نے پرچہ پہلے خفیہ طریقے سے آؤٹ کرایا تھا جس کی وجہ سے لاہور کے ایک سنٹر سے 1500 طلباء و طالبات ڈاکٹر بننے کے لئے میڈیکل کالجوں میں داخلے لے رہے ہیں جبکہ پورے صوبے میں ڈاکٹرز کی تقریباً 2500 سیٹیں ہیں اور ساڑھے تین کروڑ کی آبادی سے سلیکٹ ہونے والے 2700 طلباء و طالبات جن کا تعلق بہاولپور ڈویژن، ملتان ڈویژن اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن سے تھا اور وہ 2500 اپنے اپنے بورڈوں سے ہائی فرسٹ ڈویژن لے کر 800, 900 اور 1000 نمبر لے کر appear ہوئے تھے ان میں سے صرف 60 کو پاس کیا گیا ہے، یہ بڑی گھناؤنی سازش ہے میں وزیر صحت سے عرض کروں گا کہ مہربانی کریں فوری طور پر اس معاملے کی تحقیقات کے لئے آج ہی کوئی انکوائری کمیٹی مقرر کریں کیونکہ اس طریقے سے ایک اور سازش ہمارے خلاف ہو جائے گی اگر وہ کہیں کہ وہ صحیح نہیں تھے تو پھر ایجوکیشن بورڈ کی انکوائری کروائیں۔ ملتان ایجوکیشن بورڈ، بہاولپور ایجوکیشن بورڈ اور ڈیرہ غازی خان ایجوکیشن بورڈ انہوں نے باقاعدہ ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان لئے تھے اور باقاعدہ نتائج دیئے ہیں اور ان نتائج کے

مطابق 90 فیصد 80 فیصد اور 70 فیصد نمبر لینے والے بچے اور بچیاں اس امتحان میں qualify کر کے بیٹھی تھیں لیکن ملتان اور بہاولپور میں اگر اس طرف سے 2500 طلباء و طالبات کو صرف 60 کو داخلہ ملے اور لاہور کے ایک سنٹر کے لئے ان کو ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر بنانے کے لئے 1500 کو داخلہ دے دیا جائے۔ یہ اتفاق کی بات نہیں ہے اور اگر یہ اتفاق ہے تو میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ہمارے ڈویژنوں کے لئے میڈیکل کالجوں کا کوٹا علیحدہ کیا جائے۔ ہمارے دو میڈیکل کالج ہیں ان کے لئے علیحدہ کوٹا مختص کیا جائے۔ ہمارا علیحدہ میرٹ بنایا جائے۔ ہم اس طرح لاہور، گوجرانوالہ اور فیصل آباد کے ساتھ compete کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ہمیں ان پڑھ رکھنے کی اور ہمیں ڈاکٹر بننے سے محروم رکھنے کی یہ سازش ہو رہی ہے۔ ہیلتھ منسٹر صاحب بہت اچھے اور شریف آدمی ہیں، آج ہی فوری طور پر کھڑے ہو کر floor پر یقین دہانی کروائیں، اس معاملے کی فوری طور پر انکوائری کریں اور اگر یہ درست ثابت ہو تو اس کے خلاف ایکشن لیں اور ہمارا دوبارہ ٹیسٹ لیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ڈاکٹر صاحب کی بات کی پرزور تائید کروں گی۔ یہ بات میں نے پچھلی دفعہ بھی اس floor پر اٹھائی تھی کہ Entry Test جو ہے اس کو regulate کرنے کی انتہائی ضرورت ہے۔ پچھلے سال بھی یہی ہوا تھا کہ نوے فیصد طالبعلم لاہور سے تعلق رکھتے تھے اس لئے کہ یہاں پر جو اکیڈمیاں چل رہی ہیں، جو اس کی private assistance کرتی ہیں ہم اس کے لئے آواز ضرور اٹھائیں گے کہ اگر یہ Entry Test اتنا important ہے تو تمام گورنمنٹ کالجوں میں اس انٹری ٹیسٹ کی تیاری کا کوئی سسٹم introduce کروایا جائے تاکہ پورے پنجاب پر یہ equal رہے۔ میں Entry Test کے خلاف نہیں ہوں، ٹھیک ہے اس سے quality education آگے آتی ہے لیکن اس کی ٹریننگ کے لئے میں ضرور آواز اٹھاؤں گی۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے اور میں آپ سے یہ چاہوں گی کہ آپ ہیلتھ والوں کو یہ سفارش کریں کہ اگر یہ Entry Test اتنا اہم ہے تو تمام پنجاب پر اس کی ٹریننگ کو ensure کرنے کے لئے گورنمنٹ کے کالجوں اور تمام ٹیچنگ کالجوں کو پابند کیا جائے تاکہ یہ جو brain drain ہو رہا ہے یہ انتہائی serious بات ہے کہ یہ brain drain صرف ایک جگہ پر localize نہ کیا جائے۔ میں ڈاکٹر جاوید کی بات کی پرزور تائید کرتی ہوں اور اپنی سفارش بھی پہنچاتی ہوں۔

جناب نجف عباس سیال: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

جناب نجف عباس سیال: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اس بات کی تائید تو ضرور کرتا ہوں کہ جو ڈاکٹر صدیقی صاحب اور میری بہن نے بات کی ہے لیکن بات یہ ہے کہ سابقہ ادوار میں جو یہ انٹری ٹیسٹ لاگو کیا گیا ہے میری نظر میں یہ ظلم ہے کہ ساڑھے آٹھ سو نمبر لینے والا بچہ جو انٹری ٹیسٹ میں فیل ہو جاتا ہے، جو بچپن سے غریب آدمی کا بیٹا پڑھتا ہے اور ایف۔ ایس۔ سی تک پہنچتا ہے تو وہاں تک پہنچنے کے بعد وہ محنت کر کے ساڑھے آٹھ سو یا پونے نو سو نمبر لیتا ہے، محض وہ انٹری ٹیسٹ کی وجہ سے رہ جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہ بیہمانہ اور ایک ظالمانہ طریق کار ہے۔ اگر انٹری ٹیسٹ کو ختم کر دیا جائے تو یہ شکایت نہیں آئے گی کہ ملتان میں سات بچے پاس ہوئے اور یہاں پر پندرہ سو پاس ہوئے ہیں۔ مہربانی

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ جو اعداد و شمار ڈاکٹر صاحب نے یہاں رکھے ہیں وہ یقیناً بڑے خوفناک ہیں۔ اس انٹری ٹیسٹ کے حوالے سے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یقیناً یہ بات بالکل سچ ہے کہ جو ایجوکیشن کی سہولت central Punjab میں ہے وہ southern Punjab میں نہیں ہے۔ اس حوالے سے یہاں کے بچے کو اگر وہاں کے بچے کے ساتھ compete کروائیں گے تو یہ بڑا ظلم اور زیادتی ہے۔ اس حوالے سے یہ جو اعداد و شمار آئے ہیں اس کے نتیجے میں پھر وہاں کے عوام کے اندر ایک reaction پیدا ہوتا ہے اور اس کے بعد پھر بہت سارے مسائل جنم لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں جو بھی اقدامات تجویز کئے گئے ہیں وہ تو علیحدہ بات ہے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے پنجاب کے اندر جتنے بھی ایجوکیشن بورڈز ہیں، کسی زمانے میں یہ بڑا بوٹی مافیا چلتا تھا لیکن اس وقت جو صورتحال ہے کہ جتنے بھی ایجوکیشن بورڈز ہیں، اس حوالے سے کوئی اتنی لمبی چوڑی اجتماعی طور پر نقل کی اور بے ایمانیوں کی شکایات سامنے نہیں آ رہیں۔ اس حوالے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب ایک بچہ بارہ سال محنت کرتا ہے اور محنت کرنے کے بعد بورڈ کے سٹینڈرڈ کے مطابق امتحانات کو clear کرتا ہے اور اس کے بعد پھر اس کے لئے انٹری ٹیسٹ کا کوئی جواز نہیں بنتا اور میں سمجھتا ہوں

کہ اگر یہ انٹری ٹیسٹ retain کیا جارہاہے تو یہ ہمارے وزیر موصوف عمران مسعود صاحب کا failure سمجھا جاتاہے کہ یہ محکمہ تعلیم کو چلارہے ہیں اور بڑے اچھے طریقے سے چلارہے ہیں اور بورڈز اچھے نتائج دے رہے ہیں۔اس لحاظ سے یہ ان کی کارکردگی پر عدم اعتماد ہے۔پھر جب یہ انٹری ٹیسٹ کا سلسلہ شروع ہوا تھاتو پہلے سال ہی اخبارات کے اندر بڑے سکینڈل آئے تھے کہ مخصوص لوگوں کوانھوں نے پرچے آؤٹ کروادیئے تھےاوراس کے نتیجے کے اندر نمبر دو قسم کے لوگ جو ہیں، جو بچے زیادہ محنتی تھے وہ پیچھے رہ گئے اور ابھی بھی اگر یہاں اس کا data نکال کر دیکھا جائے تو بہت سارے ایسے بچے آپ کو ملیں گے کہ جنھوں نے بورڈز کے اندر تو بہت اچھے marks لئے ہوئے ہیں لیکن یہ ہے کہ وہ اس انٹری ٹیسٹ کے اندر رہ گئے ہیں کیونکہ انہیں پرچہ نہیں مل سکا،ان کو اس حوالے سے بوٹی نہیں مل سکی، ان کا امتحانی سسٹم کے اندر کوئی source نہیں تھا اس لئے وہ compete نہیں کرپائے اور پیچھے رہ گئےاورآئے دن ایسے طلباء ہمارے پاس آتے رہتے ہیں،والدین ہمیں شکایت کرتے ہیں کہ جناب!ہمارا بچہ تو900 سے اوپر نمبر لے کر qualify نہیں کر سکاہےاور یہ دوسرے علاقے لاہوراور فیصل آباد کا بچہ جو ہے جس نے بورڈ کے اندر ساڑھے سات سو یا آٹھ سو نمبر لئے ہیں وہ میڈیکل کالج کے اندر داخلے کے لئے qualify کر گیا ہے۔

جناب والا!یہ پنجاب اسمبلی کا ایوان ہے۔اس حوالے سے لوگ ہمارے پاس اپنے مسائل کولے کرآتے ہیں اور یہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہے۔یہ بہت گمبھیر مسئلہ ہے۔اس مسئلے کے لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ وزیر تعلیم صاحب اور وزیر صحت اور ایوان کے دو چار افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو اس مسئلے پر غور کرے۔اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے اور یہ بالکل ہمارا مطالبہ اس حوالے سے حق بجانب ہے کہ یہ انٹری ٹیسٹ سسٹم کا جو سلسلہ ہے اس کو بالکل ختم کیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،سمرا صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات:جناب سپیکر!فاضل رکن ڈاکٹر جاوید صدیقی نے جس معاملے کی نشاندہی کی ہے، ہم سرائیکی بیلٹ سے تعلق رکھنے والے تمام ممبران یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ داخلوں سے پہلے اس معاملے کی انکوائری کی جائے اور پھر اس کے بعد میڈیکل کالجوں میں یہ داخلے شروع کئے جائیں۔

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ایک سال پہلے میں نے یہ سوال اسی اسمبلی میں اٹھایا تھا کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ پچھلے دور میں یہ انٹری ٹیسٹ کی بیماری جو ہے یہ ہمارے پنجاب میں رائج کی گئی تھی اور اس کے پیچھے ایک سازش تھی۔ وہ سازش یہ تھی کہ جتنا ٹیلنٹ تھا وہ غریب دیہاتوں سے، غریب علاقوں سے، کمزور علاقوں سے آتا تھا، غریبوں کے بچے نو، نو سو نمبر لیتے تھے اور جب وہ میڈیکل کالجوں میں آتے تھے اور وہ ہر جگہ آگے نکل جاتے تھے۔ اب یہ سازش کی گئی اور سازش کرنے والے لوگ یہاں پر بھی موجود تھے۔ انہوں نے پچھلی حکومت میں سازش کروا کر اس انٹری ٹیسٹ کو اس ملک میں رائج کروا دیا۔ ایک بچہ جو محنت کرتا ہے اور نو سو یا ساڑھے نو سو نمبر لیتا ہے، یہ کتنی توہین ہے کہ اس کو دوبارہ ایک اور پراسیس سے گزارہ جائے اور پھر وہ پراسیس ایک مشکوک پراسیس ہو۔

جناب والا! حکومت نے پچھلے دنوں میں یہ بیان دیا تھا کہ ہم اس انٹری ٹیسٹ کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ظلم ہے، یہ انٹری ٹیسٹ ختم ہونا چاہئے۔ اس کا وجود ایک سازش تھی اور ایک سازش کے تحت اس پنجاب میں اس انٹری ٹیسٹ کو لاگو کیا گیا تھا۔ پچھلے دنوں ہمارے سیالکوٹ میں، بالکل میرے حلقے میں آرمی کے ایک ریٹائرڈ حوالدار کی بچی نے ساڑھے نو سو نمبر لئے ہیں اور وہ بچی انٹری ٹیسٹ میں شامل ہوئی ہے اور اس کو انٹری ٹیسٹ میں فیل کر دیا گیا ہے۔ وہ کیوں؟ کہ جس طرح ڈاکٹر صاحبہ نے کہا ہے کہ یہاں پر لاہور میں اکیڈمیاں بنی ہوئی ہیں اور وہ اکیڈمیاں بھی ایک مافیا ہیں، جو لوگ انٹری ٹیسٹ میں paper بناتے ہیں ان کے ساتھ ان کے رابطے ہوتے ہیں۔ وہ paper کسی نہ کسی طریقے سے leak out ہو جاتا ہے یا ان اکیڈمیوں تک ان کی کوئی نہ کوئی بھنک پہنچ جاتی ہے اور اس طریقے سے ان طالبعلموں کو تیار کروایا جاتا ہے جو ان اکیڈمیوں میں تیاری کرتے ہیں۔ لہذا وہ لوگ جو مستحق ہوتے ہیں، وہ بچے جو ساڑھے نو، نو سو نمبر لیتے ہیں وہ رہ جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! مجھے ایک ایسی بچی کا بھی علم ہے، ایک بنکر تھا اس کی بچی نے بھی 900 نمبر لئے۔ اس نے کہا کہ میں میڈیکل کالج میں داخلہ نہیں لوں گی کیونکہ یہ میری توہین ہے کہ میں انٹری ٹیسٹ میں شامل ہوں۔ میں نے 900 نمبر لئے ہیں اور میں نے اپنی محنت کر کے یہ نمبر لئے ہیں یو میں حکومت اور وزیر صحت سے یہ درخواست کروں گا کہ خدارا! اس انٹری ٹیسٹ کی لعنت کو اس پنجاب سے ختم کیا جائے اور ان بچوں کو جو میرٹ پر نمبر لیتے ہیں اگر کسی کا ڈیرہ غازی خان سے تعلق ہے، کسی کا رحیم یار خان سے تعلق ہے اور اس کا میرٹ K.E. میں بنتا ہے تو وہاں اس کو داخلہ دیا

جائے۔ میں اس کی پرزور تائید کرتا ہوں۔ بہت شکریہ

محترمہ پروین مسعود بھٹی: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہاں پر میڈیکل میں داخلے کے لئے انٹری ٹیسٹ کے حوالے سے تنقید ہو رہی ہے اور اس کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ ایک سازش تھی، تو میں عرض کروں گی کہ یہ انٹری ٹیسٹ کا سلسلہ میاں نواز شریف، شہباز شریف کے دور حکومت میں شروع ہوا تھا۔ اس وقت بوٹی مافیا عروج پر تھا، بورڈز کی حالت یہ تھی کہ پرچے خرید لئے جاتے تھے، سفارش پر نمبر لگائے جاتے تھے، جس کسی کا زور چلتا وہ پیسے دے کر پرچے نکلوا لیتا تھا اور اس بچے یا بچی کے نمبر زیادہ ہو جاتے تھے۔ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے اس چیز کو ختم کیا تھا لیکن اب بورڈوں میں وہ باتیں نہیں ہیں۔ پہلے نقل کروائی جاتی تھی، باہر سے پرچیاں جاتی تھیں اور امتحانی ہال کے اندر نقل کا سلسلہ جاری ہوتا تھا۔ انہی وجوہات کی بناء پر entry test شروع کیا گیا تاکہ جو بچے لائق ہیں وہی qualify کریں۔ یہاں پر یہ کہنا کہ یہ ایک سازش ہے غلط ہوگا کیونکہ یہ سازش بالکل نہیں تھی۔ لاہور کے بچے اگر انٹری ٹیسٹ qualify کر جاتے ہیں تو یہ اس لئے ہے کہ لاہور میں اکیڈمی کی سہولتیں میسر ہیں، انہیں اچھے tutors ملتے ہیں جبکہ ہمارے سرائیکی بیلٹ میں یہ سہولتیں میسر نہیں ہیں۔ میں خود بہاولپور سے تعلق رکھتی ہوں مجھے علم ہے کہ وہاں پر لاہور جیسی اچھی اکیڈمیاں نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شکریہ، تشریف رکھیں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب سپیکر! مجھے اپنی بات مکمل کرنے دیں۔ یہ بہت اہمیت کا حامل سوال ہے، اس پر تفصیل سے بحث ہونی چاہئے۔ ایک طریقہ تو یہ ہو سکتا ہے کہ district-wise نشستیں مختص کر دی جائیں۔ بہاولپور، ڈی جی خان اور ملتان ایسے علاقے ہیں کہ جہاں پر ایسی کوئی سہولت میسر نہیں ہے۔ اگر ضلع کے حساب سے نشستیں مخصوص کر دی جائیں تو پھر یہ محرومی اور شکایت ختم ہو جائے گی۔ بچے نونو سو نمبر لے کر بھی انٹری ٹیسٹ میں رہ جاتے ہیں، ہمارے پاس بچے روتے ہوئے آتے ہیں۔ اب تو بورڈز کا طریق کار بھی بڑا شفاف ہو گیا ہے اور امتحانی مراکز میں بھی نقل کا کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ لہذا یہ انٹری ٹیسٹ کا سلسلہ ختم کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ تشریف رکھیں، آپ کا point سمجھ میں آ گیا ہے اب اس پر بحث تو نہیں ہو سکتی۔ اب میں وزیر صحت سے کہوں گا کہ وہ اس کا جواب دیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں ایک تجویز دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب وزیر صحت کو جواب دینے دیں، آج ہمارا ایجنڈا بہت لمبا ہے۔ جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! محترم ڈاکٹر جاوید صدیقی اور باقی معزز ممبران نے جو views express کئے ہیں میں نے ان کا بڑا notice seriously لیا ہے۔ جن خدشات اور تحفظات کا اظہار معزز ممبران نے فرمایا ہے انھیں مدنظر رکھتے ہوئے میں on the floor of the House کہتا ہوں کہ آج اس اجلاس کے اختتام پر میں سیکرٹری صحت کو اپنے دفتر میں بلاؤں گا اور ہدایت دوں گا کہ اس issue کی inquiry immediately شروع کروائی جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں صرف تھوڑی سی clarification دینا چاہتا ہوں، محکمے کا دفاع نہیں کرنا چاہتا بلکہ ذاتی level پر ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ انٹری ٹیسٹ کا جو phenomenon ہے اس کے بارے میں پچھلے دو تین سالوں سے بہت ساری باتیں کہی جا رہی ہیں۔ اس حوالے سے وزیر تعلیم کی بھی ایک رائے ہے۔ ہم نے deliberately اس کا جو weightage تھا وہ کم کیا ہے۔ پہلے 50/50 تھا اب ہم نے 65/35 فیصد کر دیا ہے یعنی انٹری ٹیسٹ کی weightage کافی حد تک کم کر دی گئی ہے۔ دوسری طرف انٹری ٹیسٹ ہمارا محکمہ منعقد نہیں کرواتا، ہم اپنے کسی ادارے سے نہیں کرواتے بلکہ ہم نے اسے out source کیا ہوا ہے، ایک neutral entity جسے یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور کہتے ہیں وہ انٹری ٹیسٹ conduct کروا رہی ہے۔ پچھلے اڑھائی سالوں میں، جب سے ہماری حکومت ہے یا میں وزیر صحت ہوں سوائے anecdotal cases کے کبھی اس بارے میں کوئی شکایت نہیں آئی۔ لیکن اگر اس مرتبہ ایسا کچھ ہوا ہے، جیسا کہ معزز ممبران نے اظہار کیا ہے کہ پرچہ آؤٹ ہوا ہے یا South and North کی کوئی disparity ہوئی ہے تو I take it very seriously. میں نے پچھلے اڑھائی سالوں میں محکمہ صحت میں جتنی ساؤتھ کو preference دی ہے I think وہ historic ہے۔ محکمہ صحت کے حوالے سے ہم نے جو ادارے جنوبی پنجاب میں بنائے ہیں، جو ہم نے جنوبی پنجاب کو support دینے کی کوشش کی ہے وہ سب ہم نے deliberately کیا ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ جنوبی پنجاب کا حق ہے۔ یہ ایک ایسا علاقہ ہے جو کہ backward ہے، یہاں کے بچوں کو وہ تمام سہولیات میسر نہیں جو کہ لاہور میں میسر ہیں اس کے بعد بھی اگر ان کے ساتھ بے انصافی کی جائے گی تو میں یہ بے انصافی اپنے دور میں انشاء اللہ کبھی نہیں ہونے دوں گا۔ شکریہ

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ یونیورسٹیوں میں بھی داخلے کے

وقت ایسا ہی ہوتا تھا، بہاولپور یونیورسٹی اور بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی میں جب داخلے ہوتے تھے تو 70% more then افراد لاہور، فیصل آباد یا راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے داخل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے وہاں ایک پالیسی بنائی کہ ہر یونیورسٹی کا جو area jurisdiction ہے 70 فیصد داخلے اس علاقہ سے کئے جائیں گے اور 30 فیصد داخلے انہوں نے اپر پنجاب کے لئے کر دیئے۔ Southern Punjab میں تین میڈیکل کالج ہیں اگر ان میں داخلے اسی طرح سے jurisdiction-wise کر دیئے جائیں تو اس سے جنوبی پنجاب کے علاقوں کو بڑا فائدہ ہو سکتا ہے۔ تناسب میں اتنی بڑی کمی ہے کہ 90 فیصد داخلے لاہور اور 10 فیصد باقی سارے صوبے سے ہوتے ہیں۔ 1500 طلباء کو لاہور سنٹر سے داخلہ مل رہا ہے جبکہ Southern Punjab جس میں تین ڈویژن ملتان، بہاولپور اور ڈی جی خان ہیں، جو پنجاب کی آبادی کا 35 فیصد ہے وہاں سے approximately کوئی 70 لوگوں کو داخلہ مل رہا ہے۔ جب بھی یہ point out کیا جاتا ہے تو کوئی نہ کوئی ایک سہانا خواب دکھا کر معاملے کو ٹال دیا جاتا ہے۔ جب یہ کہا گیا کہ درجہ چہارم کے 28 ملازمین بہاولپور میں لاہور سے جا کر بھرتی ہوئے ہیں تو اسے مٹی میں ڈال دیا گیا۔ جب یہ کہا گیا کہ ترقیاتی فنڈز میں سے 10 فیصد Southern Punjab کو دیا گیا ہے، وہ بھی بھول گئے۔ جب یہ کہا گیا کہ ہر Divisional Headquarter میں یونیورسٹی ہے جبکہ ڈی جی خان میں نہیں ہے تو اسے بھی بھلا دیا گیا۔ جب یہ بات کی گئی کہ drought scheme کے تحت اضلاع کو پانچ پانچ کروڑ روپے دیئے گئے ہیں ۔ یہ drought کے تحت، backwardness کی بنیاد پر دیئے جانے تھے، اس میں Southern Punjab کے صرف چار اضلاع کو شمار کیا گیا کہ وہاں پر پانی کی قلت اور drought ہے۔ اس کو بھی بھلا دیا گیا۔ جب ہم ان تمام باتوں کو ایک ایک کر کے اسی طرح نظر انداز کرتے چلے جائیں گے اور وعدے یہی کریں گے کہ ہم کر رہے ہیں، کرتے رہے ہیں اور ہم کریں گے تو پھر کیا ہماری محرومیاں بڑھیں گی نہیں؟ میری ان دس بارہ باتوں میں سے ایک کا بھی حکومت یہ جواب دے کہ اس بابت انہوں نے کوئی ایکشن لیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نولاٹیا صاحب! اب پوائنٹ آف آرڈر پر تقریر تو نہیں کی جا سکتی۔ آپ نے تو تقریر شروع کر دی ہے اور موضوع سے بھی ہٹ رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں ایک آخری بات کر کے ختم کرتا ہوں۔ ان تمام

باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم کہتے ہیں کہ ہم اپر پنجاب سے علیحدگی چاہتے ہیں تو ہماری بات بالکل جائزاور صحیح ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نولاٹیا صاحب یہ صحیح نہیں ہے۔آپ انٹری ٹیسٹ کے بارے میں بات کرتے کرتے کہاں جا پہنچے ہیں۔ موضوع سے ہٹ گئے ہیں۔ اس وقت بڑے اہم issue پر بات ہو رہی ہے۔ معزز رکن ڈاکٹر صدیقی صاحب نے ایک بڑا اہم issue اٹھایا ہے اور وزیر صحت نے اس کا جواب دیا ہے کہ وہ آج ہی اس حوالے سے سیکرٹری صحت کو بلائیں گے اور انکوائری کروائیں گے۔ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو وہ اس بارے میں مناسب ایکشن لیں گے۔ان کی یہ یقین دہانی کافی ہے۔جی، وزیر تعلیم صاحب! آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر تعلیم: شکریہ۔جناب سپیکر! انہوں نے جو علیحدگی کی بات کی ہے یہ بڑی نامناسب ہے۔ ہم نے تو کبھی علیحدگی کا سوچا بھی نہیں بلکہ ہم تو اپنانے کی بات کرتے ہیں۔یہاں یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ شاید جنوبی علاقہ کوئی less privileged area ہے یا اس کے خلاف کوئی سازش کی جارہی ہے۔ ہرگز ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ معزز وزیر صحت نے یہاں پر assurance دلوائی ہے اور میں بھی آپ کو اس کی assurance دیتا ہوں کہ already یہ معاملہ take up ہو چکا ہے۔ ہم نے academic side پر ایف۔ایس۔سی کے 65% marks رکھے ہیں اور 35% viva and objective test کے ہیں۔ میری اور ہیلتھ منسٹر صاحب کی وزیر اعلیٰ صاحب سے بات ہوئی تھی اور ہم نے انہیں کہا کہ ہم انٹری ٹیسٹ کو ختم بھی کرانا چاہتے ہیں اور اس پر کچھ deliberations بھی کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے ہماری بات پر پہلا یہ step adopt کیا تھا کہ academic side پر 15 نمبر بڑھا دیئے تھے۔ پھر انھوں نے ہمیں یہ target دیا کہ آپ اپنے محکمہ تعلیم کو بہتر بنایئے اور آپ کے بورڈز کی performance زیادہ اچھی ہو تاکہ ایک وقت آئے کہ ہم اسے بالکل ختم کردیں۔ وہ معاملہ چل رہا ہے۔ آج ہاؤس میں کئی معزز ممبران نے یہ کہا ہے کہ محکمہ تعلیم اچھا کام کر رہا ہے۔1992 اور 1997 میں جیسے بورڈز میں نقلیں لگتی تھیں اور گھوسٹ سکول بنتے تھے۔ ہم نے اللہ کی مہربانی سے اسے ختم کر دیا ہے۔اب ہم ایک اچھی طرف گامزن ہیں۔

جناب والا! یہاں پر جو معاملہ unanimously create ہوا ہے کہ Entry Test is a denial of the basic rights of a child انشاء اللہ ہم child کا right ضرور restore کریں گے۔ شکریہ

جناب نجف عباس سیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم Call Attention Notice take up کرتے ہیں۔
and the first one is 412 from Syed Ihsan Ullah Waqas

جناب نجف عباس سیال: جناب سپیکر! میں ابھی بات کرنا چاہتا تھا پھر تو یہ ٹائم ختم ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ شروع کرنے دیں پھر آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔

وزیر تعلیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! ابھی Call Attention Notice آ گیا ہے لیکن معزز ممبر اور جناب سے بھی میری درخواست ہو گی کہ ہم نے آج دو Call Attention Notices take up کرنے ہیں۔ چونکہ آج لاء منسٹر صاحب ایک ضروری کام کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے ان کے آنے تک pending کر دیں تاکہ لاء منسٹر صاحب ہی اس چیز کا جواب دے دیں۔ I think that its an important matter انہوں نے اس کی انکوائری بھی کی ہوئی ہے ڈی۔پی۔اوز کو بھی بلایا ہوا ہے and he is in the picture انہیں personally اس بات کا پتا ہے۔ چونکہ آج میں ان کی جگہ جواب دے رہا ہوں لیکن مجھے ابھی پتا چلا ہے so, may be, I would not able to answer ان کو satisfy نہ کر سکوں۔ لہٰذا اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کو pending کر دیں؟

وزیر تعلیم: جی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! اگر کل کے لئے pending کرنا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کو سوموار تک pending کر لیتے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! سوموار تک نہیں کیونکہ اس طرح باقی kill ہو جائیں گے اور ان کا حق مارا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: He may not be able to come tomorrow اتنا ٹائم نہیں ہے لہذا اسے سوموار تک pending کر لیتے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! یہ سوموار اور جمعرات کو آنے ہوتے ہیں۔ اب اگر آپ یہ دونوں سوال سوموار کے لئے pending کر دیں گے تو پھر سوموار والے کدھر جائیں گے؟

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! ہم نے بھی Call Attention Notices دیئے ہوئے ہیں اگر یہ pending ہوتے ہیں تو پھر ہماری باری نہیں آئے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب اکثر یہاں ہوتے ہیں لیکن آج نہیں ہیں

He has gone there for a very emergency meeting.

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ان کو جواب موصول ہوا ہو گا۔ وہ جواب دے دیں اس پر بات کر لی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ انہیں depute کر کے نہیں گئے۔ لاء منسٹر صاحب کے پاس information ہے لیکن ان کے پاس نہیں ہے۔ Unless Law Minister is there

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! کوئی ایسی بات نہیں انہیں کل کے لئے pending کر لیں۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! چونکہ Call Attention Notice کے لئے دن مقرر ہے اس لئے یہ نہیں ہو سکتا کہ آج کے Call Attention Notice کا جواب کل دیا جائے۔ بلکہ جس دن ان کی باری آئے اسی دن take up ہوں گے۔ یہ choice پر نہیں ہے بلکہ rules میں ہے کہ اگر کوئی Call Attention Notice pending ہو گا تو وہ next working day پر ہو گا جس دن Call Attention Notice کا ٹائم ہو گا۔ اس لئے یہ کل نہیں ہو سکے گا۔

رانا آفتاب احمد خان: تو اس میں یہ بھی ہے کہ اس کا جواب وزیر اعلیٰ نے دینا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ جواب نہیں دیتے، وزیر قانون نہیں دیتے لیکن کوئی وزیر تو جواب دے۔ this is mandatory اگر آپ pending نہیں کرتے تو concerned minister جواب دیں۔ ہمارا اپنا Call Attention Notice آنا ہے۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! یہ بھی tradition ہے کہ یہاں سوال pending کئے جاتے ہیں کیونکہ اگر متعلقہ وزیر کسی ایمرجنسی کی وجہ سے ہاؤس میں نہ ہو تو اسے pending کر کے صحیح جواب موصول کیا جاتا ہے اور اس کا جواب صحیح دینا ہوتا ہے۔ چونکہ لاء منسٹر محکمہ داخلہ کو deal کرتے ہیں اور انہوں نے ہی جواب دینا ہے لیکن وہ آج نہیں ہیں۔ چونکہ انہوں نے اس بارے میں ڈی۔پی۔او کو بلا کر تمام تحقیقات خود کی ہوئی ہیں۔ ممکن ہے کہ لکھے ہوئے جواب پر معزز رکن مطمئن نہ ہوں اس لئے ان کی ذاتی information ان کو satisfy کر سکتی ہے۔ اس لئے میری گزارش ہے کہ اسے pending کر دیا جائے اور یہ ایک tradition بھی ہے۔

وزیر خوراک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! ایسی روایات رہی ہیں کہ جب ہمارے فاضل اپوزیشن ممبر تشریف نہیں لاتے تو وہ بھی کبھی request کرتے ہیں کہ ہمارا بزنس pending کر دیا جائے۔ چونکہ اس کا وزیر اعلیٰ نے جواب دینا ہوتا ہے یا وزیر اعلیٰ کے ایماء پر لاء منسٹر جواب دیتے ہیں۔ لہٰذا اس کی تیاری بھی لاء منسٹر نے کی ہوتی ہے انہیں سارے واقعات کا پتا ہوتا ہے۔ اگر عمران مسعود صاحب پڑھ دیں گے یا کوئی اور منسٹر پڑھ دے گا تو اس سے یہ مطمئن نہیں ہوں گے۔ لہٰذا آپ سے میری بھی استدعا ہے کہ آپ ان کے آنے تک اسے pending کر دیں۔ وہ آئیں گے تو جواب دے دیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں سوال پڑھ دیتا ہوں اور یہ جواب پڑھ دیں۔ باقی تفصیل کل کر لیں گے لیکن اس طرح سوموار تک pending نہ کریں۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب والا! اگر اس کا جواب پڑھا جائے گا تو پھر اس کے بعد یہ ختم ہو جائے گا اس لئے کل پر نہیں آئے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، درست ہے۔ اگر جواب پڑھ لیں گے تو پھر وہ dispose of ہو جائے گا اور اگر آپ مطمئن نہیں ہوں گے تو اس کا فائدہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اسے pending کر لیں۔

مخدوم سید محمد مختار حسین: جناب والا! اسے کل تک کے لئے pending کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاید کل بھی وہ نہ آ سکیں اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ سوموار کو ہوگا۔

مخدوم سید محمد مختار حسین: سوموار کو take up کر لیا جائے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ہاں! سوموار کو اسے consider کر لیا جائے گا تو یہ سوموار تک pending کیا جاتا ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بی بی فرمائیں!

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! ابھی وزیر صاحب نے فرمایا کہ اس دن فاضل ممبر موجود نہیں تھے اس وجہ سے اسے pending کر دیا گیا۔ چونکہ فاضل ممبر کی جگہ اسے کوئی اور معزز ممبر take up نہیں کر سکتا تھا اس لئے انہوں نے pending کروایا لیکن اگر وزیر قانون یہاں تشریف فرما نہیں ہیں تو ان کی جگہ دوسرے وزراء صاحبان ہیں وہ جواب دے سکتے ہیں کیونکہ اگر آپ اسے اگلے سوموار تک pending کریں گے تو ہمارے Call Attention Notices جو اتنے عرصے سے جمع کرائے ہوئے ہیں اور وہ منظور بھی ہوئے ہوئے ہیں لیکن اس طرح تو next term میں بھی ان کی باری نہیں آئے گی اور بہت سارے important issues رہ جائیں گے۔ لہٰذا میری گزارش ہے کہ اگر یہ جواب دے سکتے ہیں تو انہیں take up کر لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! آپ کی بات بجا ہے لیکن اگر ان کے جواب سے شاہ صاحب مطمئن نہ ہوئے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ چونکہ لاء منسٹر صاحب کا ڈیپارٹمنٹ ہے اس لئے وہی اس کی تفصیل بتائیں گے۔ عموماً لاء منسٹر صاحب حاضر ہوتے ہیں آج پہلی دفعہ غیر حاضر ہیں۔ انہیں کہیں ضروری جانا پڑا ہے اور انہوں نے request کی ہے کہ اس کو pending کیا جائے۔ میرے خیال میں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ خود اس بات کا اندازہ کریں کہ یہاں پر تقریباً چالیس کے قریب منسٹرز ہیں۔ Call Attention Notice کے chapter میں کسی جگہ یہ بات درج نہیں ہے کہ لاء منسٹر جواب دیں گے۔ اس میں یا تو وزیر اعلیٰ نے جواب دینا ہے یا پھر concerned وزیر نے جواب دینا ہے اور concerned منسٹر وہ ہوتا ہے جس کے ذمے اس دن کا بزنس لگے کہ اس نے take up کرنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! میرے خیال میں concerned minister means اگر اس کا اس ڈیپارٹمنٹ سے تعلق ہے تو وہ اس کا جواب دے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہاں ہاؤس میں اس بارے میں ایک سے زیادہ مرتبہ یہ پوائنٹ اٹھایا گیا اور Chair کی رولنگز ہیں کہ for the business of the House وہی concerned minister ہو گا جسے depute کیا گیا ہے تو لاء منسٹر کو on behalf of the Chief Minister depute کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر depute کیا گیا ہے تو لاء منسٹر کو on behalf of the Chief Minister depute کیا گیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: آج کس کو depute کیا گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ چھٹی لے کر گئے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہی تو بات ہے اگر وہ چھٹی لے کر گئے ہیں تو یہ معاملہ کسی کو depute ہوا ہے یہ بتایا جائے ورنہ پھر آپ گورنمنٹ کی seriousness دیکھیں کہ یہ ہاؤس کے بزنس کو چلانے کے لئے کس حد تک serious ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جو depute کی بات ہے۔ یہاں چونکہ چیف منسٹر صاحب کم و بیش آتے ہیں اس لئے انہوں نے انہیں مستقل طور پر depute کیا ہے۔ آج اگر عمران مسعود صاحب کو depute کیا گیا ہے---

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! He is the concerned minister یعنی جس دن House in session ہو تو یہاں پر وہ چھٹی پر نہیں ہو سکتے۔ آج اس بزنس کے لئے کوئی concerned minister ہے، جو ہے وہ اس کا جواب دے۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ جس طرح رانا صاحب فرما رہے ہیں کہ depute کرنا اور کسی محکمے کا نوٹیفکیشن ہونے میں تفریق ہے کیونکہ داخلہ کا incharge چیف منسٹر ہے۔ اس ہاؤس کے purpose of business کے لئے وزیر قانون کا نوٹیفکیشن ہوا ہے کہ وہ on the floor of the House داخلہ کو deal کریں گے۔ یہ depute کرنا اور نوٹیفکیشن میں فرق ہے۔ ایس۔ اینڈ۔ جی۔ اے۔ ڈی سے نوٹیفکیشن ہوا ہے کہ ہاؤس میں داخلہ کے امور وزیر

قانون deal کریں گے تو concerned minister اس طریقے سے بنتے ہیں کہ ان کا نوٹیفکیشن ہوا ہے۔ depute کرنا یہ ہوتا ہے کہ فرض کریں کہ Housing Minister نہیں ہیں مجھے کہا جاتا ہے کہ آپ ان کے behalf پر ہاؤس کو inform کر دیں تو کوئی بات بھی اگر ان کے متعلقہ ہوگی تو میں کہہ دوں گا۔ میں جو جواب دے سکوں گا میں کر دوں گا یا میں کہوں گا کہ concerned minister کل یا پرسوں یہاں ہوں گے تو وہ اس کا جواب صحیح دیں گے کیونکہ وہ اس سے متعلقہ بزنس کو deal کرتے ہیں۔ جب نوٹیفکیشن ہوتا ہے تو وہ concerned minister بن جاتے ہیں تو اس لئے میں کہتا ہوں کہ رانا صاحب جو confusion پیدا کر رہے ہیں اس میں یہ فرق ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں کوئی confusion والی بات نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے ہاؤس کے بزنس میں کوئی چھٹی والا معاملہ اس طرح سے نہیں ہو سکتا۔ concerned minister جس کو وہ معاملہ تفویض ہوا ہے اس نے جواب دینا ہوتا ہے اور وہی concerned minister ہوتا ہے۔ اس میں یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ جس ڈیپارٹمنٹ سے متعلقہ سوال ہوگا اس ڈیپارٹمنٹ کا منسٹر جواب دے گا۔ concerned minister means کہ جس کو وہ معاملہ تفویض ہوا ہے۔ اب اگر آج وزیر داخلہ چھٹی پر ہیں تو ان کی جگہ یہ معاملہ کسی نہ کسی کو تو depute ہوا ہے اگر نہیں ہوا تو پھر یہ گورنمنٹ بتائے کہ آج لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ تمام معاملات میں گورنمنٹ آج چھٹی پر ہے۔ آپ یہ رولنگ دے دیں کہ آج گورنمنٹ چھٹی پر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ گورنمنٹ چھٹی پر نہیں ہے۔

وزیر خوراک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! آپ نے ابھی اس معاملے پر رولنگ فرما دی ہے۔ ابھی آپ نے رولنگ دی ہے کہ میں نے اس کو سوموار کے لئے pending کر دیا ہے۔ کیا آپ کی رولنگ آنے کے بعد یہ معاملہ زیر بحث رہ سکتا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ ہاؤس میں جاری proceeding کے متعلق raise ہو سکتا ہے۔ میں ایک دوسرا پوائنٹ جو آپ کے سامنے raise کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ rule کے تحت ابھی یہاں پر یہ بات ہو رہی تھی کہ اس کو کسی اور دن کے لئے pending نہیں کیا جا سکتا۔ یہ

اب اگر pending ہو گا تو next Monday پر ہی جائے گا تو rule 67 یہ کہتا ہے کہ:

Rule-67. All notices of questions which are not included in the list of business on a day immediately following the said notice shall lapse and notices which, although brought on the agenda, are not disposed of because of expiry of time fixed for the purpose shall also lapse:

Provided that the questions brought on the list of the business for which the Speaker fixes another day, either himself or on the request of the Chief Minister or the minister concerned, shall not lapse.

MR DEPUTY SPEAKER: I have taken it to Monday.

رانا ثناء اللہ خان: نہیں، نہیں۔ جناب سپیکر! اس میں بڑا واضح ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب آپ خود ہی کہہ رہے ہیں کہ

It will not lapse as the Speaker fixes. I have fixed it already for Monday.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں جس پوائنٹ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ ہے another day۔

MR DEPUTY SPEAKER: Another day means fixation by me. I have fixed for Monday, as another day.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ اس کو Tuesday کے لئے بھی کر سکتے ہیں۔

MR DEPUTY SPEAKER: No, no. It is for me to fix. I fix it for Monday. Another day for me, it is Monday. I have fixed for Monday.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ اس کو جب pending کریں گے تو اس دن جو call

Attention Noticesایجنڈے پر ہیں یہ ان پر پھر اثر انداز نہیں ہوں گے۔
MR DEPUTY SPEAKER: I will decide at the time.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! decidedنہیں۔ یہ تو بات واضح ہے۔ اس کو آپ آج decide کریں۔ جب آپ نے اس معاملے کی cognizanceلی ہے تو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ آپ کی بات بجا ہے لیکن

Let me decide on that day. Today I have decided that if I would be in the Chair at that day, then I shall decide on that. If the Speaker would be there, he will decide on that day.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جو، جو Monday questionکو آنے ہیں ان کا decisionتو Mondayسے پہلے ہونا ہے۔ اس دن اس وقت نہیں ہوگا جس وقت آپ Chairپر تشریف فرما ہوں گے اس وقت یہ فیصلہ نہیں ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کہہ رہے ہیں کہ جو Monday Call Attention Noticesکو پیش ہوں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ان Call Attention Notices کو Mondayیا کل Tuesdayکے لئے pendingکرنے سے وہ Call Attention Notices جن کی Mondayکو turn alreadyآنی تھی وہ lapseنہیں ہوتے، وہ آنے چاہئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ۔ اس میں legal positionکیا ہے؟ دو سے زیادہ ہو سکتا ہے Can you guide me for that?

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ rule 67پڑھ لیں۔ اس میں ہے کہ:

Provided that the questions brought on the list of the business for which the Speaker fixes another day.

اب another dayمیں Mondayنہیں ہے۔ اس میں Mondayہو سکتا ہے، Tuesdayہو سکتا ہے، Saturdayہو سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری عرض سنیں۔ اس میں یہ بھی ہے

Not more than two such questions shall be included in the list of business for a sitting.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وہ تو اس دن کی لسٹ ہو گی۔ ان کو تو آپ نے pending کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہی تو آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ اس میں legal position کیا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں میری رائے یہ ہے کہ Monday کی لسٹ میں یہ include نہیں ہوں گے۔ وہ لسٹ independent ہو گی اور ان کو آپ نے pending فرمایا ہے، یہ آپ Monday کے لئے بھی کر سکتے ہیں، Tuesday کے لئے بھی کر سکتے ہیں، Saturday کے لئے بھی کر سکتے ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نوانی صاحب!

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! جس طرح رانا صاحب فرما رہے ہیں جو Call Attention Notice آج پڑھا جائے گا اور اس کا جواب pending ہو گا وہ ان دو کے ساتھ attach نہیں ہو گا، اس کا جواب دے دیا جائے گا لیکن ان دو کو بھی take up کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ تو آج کی لسٹ میں آ گیا اور پڑھا گیا۔ pending کا جواب پانچ منٹ میں دے دیا جائے اور اس کے بعد لسٹ والے دو کو take up کیا جا سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ It will be taken on Monday

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں میری گزارش یہ ہے کہ اس کا طریق کار یہ ہو گا کہ mover اپنا question پڑھے گا تو تب ہے۔ وہ move کر دے اور اس کے بعد آپ ان کی request پر declare کریں کہ لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ آج گورنمنٹ چھٹی پر ہے لہذا اس کا جواب next day دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چھٹی پر نہیں ہے۔ وہ ضروری کام کے لئے گئے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

رانا صاحب! آپ خود ہی فرما رہے ہیں کہ وہ دو take up کئے جا سکتے ہیں اور یہ بھی next day پر جا سکتے ہیں۔

If I permit them to do so and I have given them the permission.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ move نہیں ہوا تو pending کیسے ہو گیا؟ یہ move ہو کر pending ہو گا یعنی ہو گا یہ کہ یہ move ہو گا، move ہونے کے بعد یا تو concerned minister request کرے گا جیسا کہ رول 67 میں ہے اور اس پر یہ pending ہو گا۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! بزنس کی لسٹ پر لانے کے لئے جس کا Call Attention Notice ہے اسے وہ پڑھنا پڑھے گا اور اس کے بعد آپ اس کو next day pending کر دیں گے، پھر اس کا answer آ جائے گا کیونکہ وہ آج take up ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ تو میں انہیں پڑھنے کے لئے کہوں گا۔ میں نے وہ reject نہیں کیا۔ میں نے یہ تو ان کی request کے لئے ویسے کہا ہے کہ پرسوں کے لئے ہے۔ میں نے انہیں یہ تو debar نہیں کیا کہ .They should not read it وہ بیشک پڑھ لیں۔

وزیر جیل خانہ جات: ٹھیک ہے جناب! اس کو پڑھنے دیں تاکہ وہ آج کے بزنس کی لسٹ پر آ جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ پڑھیں، اس کا جواب سوموار کو آئے گا۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس میں دو چیزیں ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ لاء منسٹر صاحب کا جو ایجنڈا تھا۔ انہوں نے اپنا سارا ایجنڈا مجھے depute کیا ہوا ہے۔ I am working on deputation دوسری بات یہ ہے کہ I am prepare to answer the Call Attention Notice. I have got the files. I have the answers میں نے معزز ممبر کی سہولت کے لئے کہا تھا، ان کی تسلی کے لئے کہا تھا کہ شاید وزیر قانون صاحب مجھ سے بہتر جواب دے سکیں یا زیادہ مطمئن کر سکیں۔ آپ نے مہربانی فرمائی اور pending کیا اور آپ نے کہا کہ ٹھیک ہے وزیر قانون صاحب آ جائیں گے تو جواب دے دیں گے۔ قانون یہ کہتا ہے کہ محرک پڑھے گا اور پھر سپیکر صاحب اس کو pending کریں گے اور وہ اگلے ایجنڈے پر چلا جائے گا۔

جناب والا! محرک پڑھیں تو میں جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو آج ہی یہاں پر take up کر لیں۔ میں تیار ہوں۔ ان کا Call Attention Notice بم دھماکے پر تھا جو اچھرہ لاہور میں ہوا۔ میں نے تو ان کی تسلی کے لئے کہا تھا کہ شاید وزیر قانون بہتر جواب دے سکیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں تو میں جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔ اگر وہ pending کروانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے بھی ہم تیار ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: بغیر پڑھے pending نہیں ہوں گے، ورنہ lapse ہوں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ پھر پڑھ لیں۔ جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں ایک گزارش کروں گا کہ ہر سوال میں "کرم" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ آپ اس کو تو ختم کروائیں۔ کرم کرنا تو صرف اللہ کی ذات کا کام ہے۔ آپ کرم کی بجائے نوازش کا لفظ استعمال کر لیں یا کوئی اور کر لیں کیونکہ کریمی اللہ کی صفت ہے۔ یہ لفظ ''کرم'' میں نے کبھی بھی نہیں لکھا لیکن جب بھی لکھا جاتا ہے تو کرم شامل کر دیا جاتا ہے۔ مہربانی کریں اور ''ازراہ کرم'' کی بجائے ''ازراہ نوازش'' کر دیں۔ ہم اس میں احترام کا لفظ ہی استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کرم کریمی سے نکلا ہوا لفظ ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ سوال آپ کی طرف سے ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: میں نے ''کرم'' کا لفظ نہیں لکھا۔ میں نے تو ویسے ہی یہ گزارش کی ہے کہ ہر سوال کے جواب میں لکھ دیا جاتا ہے کہ وزیر فلاں ''ازراہ کرم'' بیان فرمائیں گے۔ میں نے ''کرم'' کا لفظ کبھی نہیں لکھا لیکن یہ خود بخود لکھ دیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہر حال آپ جو بھی سوال کرنا چاہیں کریں اور آگے چلیں۔

آزادی چوک اور اچھرہ لاہور میں بم دھماکے

سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) ایک موقر روزنامہ کی خبر مورخہ 23-09-2005 کے مطابق کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں آزادی چوک اور اچھرہ میں 23-09-2005 کو بم دھماکے ہوئے، جس میں کم از کم چھ افراد ہلاک اور 30 سے زائد زخمی ہو گئے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بم دیسی ساخت کے تھے اور ایک سائیکل پر رکھے ہوئے تھے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نے مجرموں کو گرفتار کر لیا ہے اور ان کے خلاف قانونی کارروائی شروع کر دی گئی ہے، ملزمان کی گرفتاری اور کارروائی کی مکمل تفصیل معزز ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) یہ درست نہ ہے کہ مورخہ 23-09-05 کو بم دھماکہ ہوا بلکہ 22-09-05 مینار پاکستان میں بم دھماکا ہوا۔ جس میں ایک شخص محمد عمران ہلاک ہوا اور 14 اشخاص زخمی ہوئے۔ جس پر مقدمہ نمبر 581/05 بجرم 302/7ATA اور 3/5 ایکسپلوزیو ایکٹ تھانہ لاری اڈا لاہور درج رجسٹر ہوا ہے جو زیر تفتیش ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ بم دیسی ساخت کا تھا اور سائیکل کی سیٹ کے نیچے رکھا ہوا تھا۔

(ج) مقدمہ ملزمان تاحال ٹریس نہ ہوئے ہیں جن کی گرفتاری کے لئے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے جونہی گرفتاری عمل میں آئی بعد از تکمیل تفتیش مقدمہ ہذا کے حقائق کی روشنی میں اس کو سامنے لایا جائے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! لاء منسٹر نے خود کہا تھا کہ ملزمان trace کر لئے ہیں۔ انہوں نے تو جواب بالکل غلط دے دیا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! آج اس کا جواب دینا تھا۔ اس لئے متعلقہ اتھارٹی کو بلایا گیا تھا۔ ان کے بارے میں جو Act of terrorism تھا اس پر تفتیش جاری ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ اس قسم کے بے شمار حساس نوعیت کے واقعات ہوتے ہیں، پورے ملک میں ہوتے ہیں، پوری دنیا میں یہ سارا سلسلہ شروع ہے۔ ہم نے اس کو آئی۔ بی اور سپیشل برانچ کے ساتھ ٹیمیں تشکیل دی ہیں۔ گورنمنٹ کو پولیس ڈیپارٹمنٹ نے یہ یقین دلایا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ جو ملزمان ہیں۔ ان کو وہ ٹریس کریں گے اور پھر ہم ہاؤس کے سامنے ان کو لے کر آئیں گے اور اس میں جو بھی ملزمان شامل ہیں، ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ لاہور شہر کے اندر اتنا اہم واقعہ ہے کہ یہاں بم دھماکہ ہوتا ہے۔ جس میں افراد جاں بحق ہو جاتے ہیں۔ مجھے لاء منسٹر صاحب نے خود فرمایا کہ ملزمان trace کر لئے گئے ہیں۔ اب جو جواب دیا جا رہا ہے وہ گول مول جواب دیا جا رہا ہے۔ مجھے یہ واضح طور پر بتائیں کہ ملزمان trace کر لئے گئے ہیں یا نہیں اور ملزمان کا تعلق کس پارٹی سے ہے یا کس گروہ سے ہے اور وہ کہاں سے trace کئے گئے ہیں اور اس وقت وہ کس حال میں ہیں آیا ان کو گرفتار کر لیا گیا ہے یا نہیں کیا گیا؟ مجھے یہ تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی معزز ممبر کو بتایا ہے کہ اس کے بارے میں سپیشل ٹیمیں

بنائی گئی ہیں اور وہ اس کو خاص انداز میں deal کرتے ہیں۔آئی۔بی کی مشاورت، سپیشل برانچ کی مشاورت ہوتی ہے اور ایسے ادارے جو یہ رپورٹس مرتب کرتے ہیں، مانیٹرنگ بھی کرتے ہیں اور prior information پر جو لوگ react کرتے ہیں۔یہ ایک حساس قسم کا واقعہ ہے۔اس پر حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی standing instructions ہیں کہ پوری تفتیش عمل میں لائی جائے اور ایسے گروپوں کو ڈھونڈا جائے جو اس قسم کی anarchy معاشرے میں create کرتے ہیں تاکہ ان کے خلاف کارروائی کر سکیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! مجھے دو چیزوں کی وضاحت درکار ہے۔ایک تو یہ کہ جو سپیشل ٹیمیں بنائی گئی ہیں ان کو کون ہیڈ کر رہا ہے، اس کی سربراہی کس کے پاس ہے اور دوسرا یہ کہ جو افراد ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں ان کو معاوضہ دینے کے لئے یا ان کی دل جوئی کے لئے حکومت نے کوئی پیسے طے کئے ہیں یا ان کو امداد دی گئی ہے؟ پہلے تو یہ جواب دیں کہ اس ٹیم کا سربراہ کون ہے؟ اس میں کون کونسے افراد شامل ہیں اور ان کا اس طرح کے کیسز کو investigate کرنے کا کیا تجربہ ہے؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس پر آئی۔جی پنجاب کو اس ساری انکوائری کا سربراہ بنایا گیا ہے۔ obviously ہوم ڈیپارٹمنٹ کی مشاورت کے ساتھ بنایا گیا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: آئی۔جی تو ہو ہی نہیں سکتا۔پولیس فورس کا آئی جی انوسٹی گیشن کا افسر نہیں ہو سکتا۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! ہماری گورنمنٹ کی standing instructions ہیں کہ اس قسم کے واقعات میں جب بھی کوئی بے گناہ شخص مارا جائے یا شہید ہو تو اس کے بارے میں جو معاوضہ دیا جاتا ہے وہ زخمی کو 50 ہزار روپے اور مرنے والے کو ایک لاکھ روپے دیتے ہیں۔یہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اصل صورتحال یہ ہے کہ آج گورنمنٹ لاء اینڈ آرڈر کے مسئلے پر چھٹی پر ہے۔یعنی وزیر موصوف کو ان ٹیموں کے ہیڈز کا معلوم ہی نہیں ہے جو اتنے اہم واقعات کو وہ investigate کر رہی ہے، نہ ان کو ان ٹیموں کا پتا ہے کہ اس میں کون سے ارکان ہیں اور ان کو ہیڈ کون کر رہا ہے۔ جہاں تک آئی۔جی صاحب کا تعلق ہے، آئی۔جی صاحب Investigating Officer نہیں ہیں وہ کسی بھی انوسٹی گیشن ٹیم کو خود ہیڈ نہیں کرتے۔ان سے کہیں کہ یہ آج چیئر سے request کر کے رجسٹری لے لیں کہ آج گورنمنٹ لاء اینڈ آرڈر کے مسئلے پر چھٹی پر ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! آئی۔جی پنجاب اس کو مانیٹر کر رہے ہیں، ڈی۔پی۔او لاہور اور ساتھ انوسٹی گیشن کی جو ساری ٹیمیں ہیں، ان کی سربراہی میں ایک ٹیم مقرر کی گئی ہے۔ چونکہ یہ ایک sensitive issue ہے اس کے بارے میں بڑی سختی سے چیف منسٹر پنجاب نے ہدایات دی ہوئی ہیں۔ کیونکہ یہاں ہاؤس میں آنے سے پہلے ہم نے لاء منسٹر کے چیمبر میں میٹنگ کی اور ڈی۔پی۔او لاہور سے current یا fresh تفتیش کے بارے میں پوچھا، میں احسان اللہ وقاص صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ بہت جلد ہی ہم کسی نہ کسی مقام پر ضرور پہنچ جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلا توجہ دلاؤ نوٹس 422 مخدوم سید محمد مختار حسین شاہ صاحب کا ہے۔

مہر خضر حیات ناظم یونین کونسل درکھانہ کبیر والا کے قاتلوں کے خلاف کارروائی

مخدوم سید محمد مختار حسین: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 3-اکتوبر 2005 کو مہر خضر حیات ناظم یونین کونسل درکھانہ کبیر والا کو ہلاک اور نائب ناظم کو شدید زخمی کر دیا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مقتول کو ایک ماہ سے قتل کی دھمکیاں مل رہی تھیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے باقاعدہ ڈسٹرکٹ ریٹرننگ آفیسر خانیوال کو 29-اگست 2005 کو درخواست بھی دی تھی اور اس میں انہوں نے دھمکیاں دینے والے افراد کے نام بھی لکھے تھے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مرحوم نے اس سلسلے میں آئی۔جی پنجاب، گورنر پنجاب، وزیراعلیٰ پنجاب اور ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر خانیوال کو ایک درخواست دی تھی جس میں انہوں نے کبیر والا سے منتخب ہونے والے ایک وفاقی وزیر اور اس کے کارندوں کی کرپشن کی نشاندہی کی تھی جس بناء پر انہیں قتل کر دیا گیا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مقتول کے بھائی کی طرف سے نامزد ملزمان کے خلاف پرچہ درج کروایا گیا ہے مگر پولیس ان ملزمان کو گرفتار نہیں کر رہی ہے؟

(ہ) کیا حکومت اس سلسلہ میں نامزد ملزمان کو گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! سوال جز (الف) کا جواب ہے کہ یہ درست ہے کہ خضر حیات ناظم یونین کونسل درکھانہ کبیر والا کو ہلاک اور نائب ناظم کو زخمی کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں مقدمہ نمبر 340 مورخہ 2005-10-3 بجرم 109/34/324/302 ت پ تھانہ سرائے سدھو میں درج ہوا۔ ایف۔آئی۔ آر میں محمد اکرم برادر خضر حیات طور و نے تحریر کروایا کہ وہ مورخہ 2005-10-3 بوقت 9.15 بجے رات اپنے ڈیرہ پر ہمراہ برادر خضرت حیات طورو، احمد یار، رب نواز، محسن علی نائب ناظم و دیگر اشخاص بیٹھے ہوئے تھے اچانک چار مسلح اشخاص جن میں ایک سجاد عرف سجو شناخت ہوا آ گئے اور خضر حیات پر فائرنگ شروع کر دی جس کے نتیجے میں خضر حیات طورو موقع پر جاں بحق ہو گیا جبکہ محسن علی نائب ناظم زخمی ہوا۔ مدعی نے تحریر کروایا کہ مقتول کو جناب رضا حیات ہراج (وفاقی وزیر مملکت)، اکبر حیات ہراج، غلام رضا دادوآنہ اور سکندر داراج کے ایماء پر قتل کیا گیا۔ کاپی FIR "A" annexure لف ہذا ہے۔

جناب والا! جز (ب) میں ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر خانیوال، ڈی۔ ایس۔ پی انوسٹی گیشن کبیر والا، ایس۔ ایچ۔ او تھانہ سرائے سدھو کے ریکارڈ میں ایسی کوئی درخواست نہ ہے۔ تاہم یہ درست ہے کہ درخواست مورخہ 05-8-29 خضر حیات طورو نے ڈسٹرکٹ ریٹرننگ آفیسر خانیوال کو دی تھی جس کی کاپی "B" annexure لف ہے۔ درخواست مذکور پر جناب ڈسٹرکٹ ریٹرننگ آفیسر خانیوال نے اپنے حکم مورخہ 05-8-29 میں بازبان انگریزی تحریر فرمایا۔

Copy of the application shall be forwarded to the Officer-in-Charge Treasury Kabirwala to ensure safe custody of the election bags. Copies of the application shall also be forwarded to the District Coordination Officer Khanewal, District Police Officer Khanewal and District Accounts Officer Khanewal to ensure safe custody of the polling bags in the treasury offices in the District.

جناب سپیکر! اس توجہ دلاؤ نوٹس کا جواب دینے سے پہلے خانیوال سے متعدد پولیس آفیسرز آئے تھے۔

(اذان ظہر)

مخدوم سید محمد مختار حسین: جناب سپیکر! یہ فرمارہے ہیں کہ ڈی۔ایس۔پی اور ڈی۔پی۔او کو پہلے درخواست نہیں دی گئی لیکن میرے پاس درخواست موجود ہے جوreceive بھی ہوئی ہے اور روزنامچے میں درج بھی ہے۔اُس بندے نے جو قتل ہوا جب وہ زندہ تھا تو اس وقت اس نے قتل ہونے سے دو ماہ قبل درخواست دی تھی اور صدر پاکستان کو بھی درخواست دی تھی۔ایک لیٹر ہے وہ بھی ساتھ ہے جو منسٹر نے ایس۔ایچ۔او کو لکھا تھا کہ یہ میرا ذاتی مخالف ہے اور اس کو درست کرنا۔وہ لیٹر بھی موجود ہے۔اس کے بعد اس نے ریٹرننگ آفیسر کو جو درخواست دی اس میں بھی اس نے nominate کیا کہ منسٹر صاحب یہ کر رہے ہیں اور انہوں نے مجھے قتل کروانا ہے اور یہ معاملات ہیں۔اب اس وقت تک کوئی ملزم گرفتار نہیں ہوئے اور میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کی کیا صورتحال ہے،کب تک گرفتار کئے جائیں گے؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یہ جو ایف۔آئی۔آر 302 کی درج ہوئی ہے اس میں ایک شخص سجو کا نام دیا گیا ہے اور تین لوگ اس میں نامعلوم درج کروائے ہیں۔اس کیس میں 109 کے تحت قتل کرنا اس میں فیڈرل منسٹر رضا ہراج صاحب کا نام ہے ، تحصیل ناظم صاحب کا نام ہے۔ جو مدعیوں نے ایف۔آئی۔آر دی ہے اس میں ان کا پرچہ درج ہو گیا ہے۔اس میں جو nominated پرچہ ہے وہ سجو کے خلاف کیا ہے، سجو ایک پرانا اشتہاری ہے جو دس سال سے abscond کیا ہوا ہے،آج صبح پولیس افسر نیازی صاحب آئے ہوئے تھے انہوں نے یہی بتایا کہ اس سجو کی پوری history ہے اور یہ سجو مختلف ڈیروں پر رہتا رہا ہے۔کبھی مدعیوں کے پاس اور کبھی کسی کے پاس رہتا رہا ہے۔یہ ایک ہماری underground تفتیش تھی۔آج انہوں نے صبح اس بات پر ensure کروایا ہے کہ سجو کو پکڑیں گے اور چونکہ ایک ہی nominated شخص involve ہے، ہم نے انہیں ایک time-limit دیا ہے اور ہم نے انہیں کہا ہے کہ آپ کم از کم ایک ہفتے کے اندر اندر کیس کو مکمل کر کے دیں۔وہاں پر جو وفاقی وزیر ہیں وہ بیرسٹر ہیں۔وہ delegation کے ساتھ ملک سے باہر سویڈن گئے ہوئے ہیں۔جب تک تفتیش مکمل نہیں ہو گی ، جب تک شہادتیں سامنے نہیں آئیں گی تب تک 109 ہو یا کسی کی abetment ہو وہ ساری تفتیش کے بعد ہی پتا چلے گا۔ پھر جا کر کارروائی چلے گی لیکن میں معزز ممبر کو ensure کرواتا ہوں کہ حکومت اس کی پوری تحقیق کروا رہی ہے اور تفتیش بڑے زور و شور سے ہو رہی ہے اور چونکہ یہ جو اجرتی قاتل ہے اس کے خلاف بے شمار ڈکیتیوں اور چوریوں کے مقدمات ہیں، ساری پولیس کو پتا ہے اور پولیس نے ensure کروایا ہے اور میں مختار شاہ صاحب کو بھی

ensure کرواتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ صحیح انصاف اور میرٹ پر جو ملزمان اس میں شامل ہیں ان کو ضرور سزا دی جائے گی۔

مخدوم سید محمد مختار حسین: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ وزیر صاحب جو حالات بتا رہے ہیں یہ ان کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ صورتحال یہ ہے کہ سجو تو وہاں پر دس بارہ سال سے operative ہے اور وہاں پر وہ اغواء برائے تاوان کر رہا ہے، تقریباً تیرہ قتل پولیس والے اور دیگر کو قتل کر چکا ہے۔ وہ تو دس بارہ سال سے وہاں پر operative ہے۔ سجو کا مقتول کے ساتھ ڈائریکٹ کوئی تعلق نہیں تھا۔ میرے پاس یہ ایک درخواست ہے جو صدر کے نام ہے، اس نے نیب کو بھی بھیجی ہے کہ منسٹر صاحب نے یہ یہ جائیداد بنائی ہے درخواست میں لکھا ہے کہ منسٹر نے ریونیو بورڈ سے بیس مربع زمین اپنے آدمیوں کے نام کروائی اور مقتول خضر نے سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو کو درخواست دے کر یہ الاٹمنٹ کینسل کروادی۔ اس کے بعد ایس۔ ایچ۔ او کو وزیر کی طرف سے لیٹر لکھا گیا وہ لیٹر موجود ہے پھر خود قتل ہونے والا لکھتا ہے کہ:

Due to the highlighting of the corruption and illegalities of the Minister and his companion, both are planning for my murder through their absconders

پھر آگے لکھتا ہے۔

The Minister and his companion would be responsible for that incident

جناب والا! سجو کا مسئلہ نہیں ہے وہ تو وہاں پر بارہ سال سے operative ہے۔ یہ جو اس نے منسٹر کے خلاف کیا ہے یہ اس کی وجہ سے ہوا ہے۔ وزیر صاحب ہمیں یہ بتا دیں کہ کب تک اس کی انوسٹی گیشن ہو گی اور کب تک یہ سامنے آئے گا۔ یہ تمام ریکارڈ موجود ہے۔ مرنے کے بعد اس کے اپنے دراز سے نکلا کہ اگر میں قتل کیا جاؤں تو میرے قاتل کون ہوں گے، وہ بھی اس نے لکھا، صدر کو بھی لکھا۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! سجو پر بے شمار قتل کے مقدمات ہیں، اگر مدعیوں نے یا الیکشن کے سلسلے میں کسی نے نیب میں درخواست دی ہے تو وہ ٹھیک ہو گی اگر یہی application ریٹرننگ آفیسر کو دی گئی ہے تو وہ بھی ٹھیک ہو گی۔ ان کا اپنا اپنا parameter ہے۔ یہ جو تھانے میں مقدمہ درج ہوا ہے اس میں تین نامعلوم لوگ لکھے گئے اور ایک nominated لکھا گیا ہے۔ جس کا نام سجو ہے اور جس کے

بارے میں، میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ میں انہیں دوبارہ یقین دہانی کراتا ہوں کہ اگر ان کے پاس کوئی ایسی معلومات ہیں تو تفتیشی کو ہم بلاتے ہیں معزز ممبر اس کو معلومات فراہم کریں اور اس میں جو لوگ بھی ملوث ہیں ہم ان کو ضرور پکڑیں گے۔ میں ایک دفعہ پھر ان کو یقین دہانی کراتا ہوں۔ پولیس اس میں emphatically کام کر رہی ہے اور ہم جلد ہی کسی نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ اب وقفہ نماز ہوتا ہے اور آدھے گھنٹے کے لئے ہاؤس adjourn کیا جاتا ہے۔

(نماز ظہر کے وقفہ کے بعد جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

تحاریک استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب تحاریک استحقاق کو take up کرتے ہیں۔ لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) کی تحریک استحقاق ہے لیکن انہوں نے درخواست دی ہے کہ اس کو اگلے اجلاس تک pending کیا جائے اس لئے اس کو اگلے اجلاس تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک استحقاق جناب جاوید حسن گجر صاحب کی ہے، یہ تحریک انہوں نے پیش کر دی ہوئی ہے۔ اس کا جواب آنا تھا۔ جی، عمران مسعود صاحب!

ڈی۔پی۔او رحیم یار خان کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ناروا سلوک

(---جاری)

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! معزز ممبر نے جو تحریک استحقاق پیش کی تھی۔ رحیم یار خان سے اس کا جواب بھی منگوایا ہے اور ان سے بات بھی ہوئی ہے۔ آج صبح بھی ان سے میرا رابطہ ہوا ہے۔ اس سلسلے میں جاوید حسن صاحب کی رپورٹ پر ایک مقدمہ نمبر 426/05 درج ہوا۔ تفتیش عمل میں لائی گئی۔ ملزمان نزاکت علی، محمد اقبال، نذیر احمد وغیرہ گرفتار ہو چکے ہیں اور جسمانی ریمانڈ پر ہیں۔ ملزمان سے تاحال دو موبائل سیٹ برآمد ہو چکے ہیں۔ تفتیش جاری ہے، ملزمان سے دیگر برآمدگی عمل میں لائی جائے گی۔ یہ تھوڑی سی تفصیل ان کے کیس کی تھی۔

جناب والا! تحریک استحقاق کے حوالے سے انہوں نے جو کہا کہ ایس۔ایس۔پی کے گھر یہ گئے اور اس نے ملنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اس بات کو mind بھی کیا۔ ایس۔ایس۔پی سے رابطہ کرنے کے بعد جب ان سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ جس سے معزز

ممبر کا استحقاق مجروح ہوا ہو۔ ویسے بھی standing instructions ہیں کہ معزز ممبران چاہے جس طرف سے بھی ہوں تو آفیسرز کا فرض ہے کہ ان کا جو پروٹوکول اور استحقاق ہے وہ ان کو دیا جائے۔ یہاں پر اکثر دیکھنے کو ملتا ہے کہ buzzer بجائی اور لائن پر نہ آئے یا کسی نے کارڈ پھینک دیا تو ممبر کا استحقاق مجروح ہو گیا۔ اس واقعے میں ایسی کوئی چیز سامنے نہیں آئی ہے۔ جس معاملے کے لئے چودھری صاحب نے کہا تھا وہ سارا proceed ہو رہا ہے۔ جہاں تک استحقاق مجروح ہوا ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کسی قسم کی خدانخواستہ کوئی insult نہیں کی گئی، شاید تھوڑی سی misunderstanding ممبر صاحب کو ہوئی ہو۔ اس لئے میں آپ کی وساطت سے ان سے درخواست کروں گا کہ اس کو press نہ کریں تو ان کی مہربانی ہو گی۔

چودھری جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ میں اس کو زیادہ serious نہیں لینا چاہ رہا تھا لیکن موصوف عمران مسعود صاحب کی وجہ سے میں یہ کہتا ہوں کہ یہاں پر میں سب کے سامنے اپنا استعفیٰ بھی پیش کرتا ہوں اور عمران مسعود صاحب بھی اپنا استعفیٰ پیش کر دیں۔ اگر وہ ڈی۔پی۔او کل شام تک میرے ساتھ اس نے رابطہ نہ کیا ہو اور اس نے مجھے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے یہ کیا ہے اور دانستہ طور پر مجھ سے یہ ہوا ہے لیکن مجھے یہ نہیں پتا تھا کہ جاوید حسن صاحب باہر کھڑے ہیں۔ یہ کتنی زیادتی والی بات ہے کہ ایک طرف ڈی۔پی۔او یہ کہہ رہا ہے کہ مجھ سے یہ ہوا ہے، آپ اس وقت آئے ہیں اور آج یہ وزیر موصوف کہہ رہے ہیں کہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے اور استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ یہ کتنی زیادتی والی بات ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ واقعہ میرے ساتھ ہوا ہے اگر یہ کسی گورنمنٹ بنچوں سے تعلق رکھنے والے کے ساتھ ہوتا تو کیا کرتے؟ ہمارے خاندان کے ساتھ رحیم یار خان میں ستر سال میں یہ پہلی دفعہ ہوا ہے، سپیکر صاحب! آپ خود بھی ہمیں جانتے ہیں۔ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ میں اس کی کوٹھی پر خود گیا ہوں۔ میرے ساتھ بچے بھی تھے۔ رات دس، سوا دس بجے کا ٹائم تھا تو اس نے کہا کہ میں نے نہیں ملنا۔ یہ کل بھی بات ہوئی ہے اور پرسوں رات بھی ڈی۔پی۔او کے ساتھ بات ہوئی ہے۔ میں آج یہ بات نہیں کرنا چاہ رہا تھا لیکن ان کے انکار کی وجہ سے مجھے یہ بات کرنی پڑ رہی ہے۔ یہ کتنی زیادتی والی بات ہے کہ ایک طرف ڈی۔پی۔او مجھے خود کہہ رہا ہے کہ خدارا! مجھے معاف کر دو اور اس معاملے کو نہ اٹھاؤ اور یہ کہہ رہے ہیں کہ استحقاق مجروح ہی نہیں ہوا۔

اس تحریک استحقاق کا جو دوسرا سیکشن ہے وہ یہ ہے کہ ڈی۔ایس۔پی کا جیپ میں نہ ہونا۔ یہ کتنی زیادتی والی بات ہے۔اس کو وزیر صاحب take up نہیں کر رہے کہ ڈی۔ایس۔پی کے گشت کے ٹائم میں اس کی جیپ میں وہاں کے زمیندار کا موجود ہونا اور ڈی۔ایس۔پی کا نہ ہونا اور میرے واقعہ کے دو منٹ بعد اس کی جیپ کا وہاں پہنچنا اور میری گاڑی سے صرف چار فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر اس کے ڈرائیور کا ہارن دینا۔ کتنی زیادتی والی بات ہے۔اس کو یہ take up نہیں کر رہے۔ صرف ڈی۔پی۔او کے استحقاق کی بات کر رہے ہیں اور جو اصل واقعہ ہے کہ ڈی۔ایس۔پی نے جرم کیا ہے۔اس کی کوئی بات نہیں کر رہے۔اس کو admit کریں اور اس کو کمیٹی کے پاس بھیجیں تاکہ اس پر ایکشن لیا جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ہائی کورٹ کے ججز، پولیس اور پولیس کے رویے کے متعلق ریمارکس روز اخبارات میں آ رہے ہیں۔ دو دن پہلے ایک اخبار میں خبر تھی کہ ایس۔ایس۔پی نے ہائی کورٹ میں جا کر جھوٹ بولا تو اسی وقت ہائی کورٹ کے جج نے کہا کہ اس کو اسی وقت suspend کریں اور میرا دل چاہتا ہے کہ تمھیں گرفتار کروا کر ابھی جیل بھجواؤں۔

جناب والا! بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج عمران مسعود صاحب وہ part play کر رہے ہیں جو راجہ صاحب بھی کبھی نہیں کرتے۔ ایک فاضل ممبر جو اپنے بچوں کے ساتھ جا رہے ہیں، اس صورتحال میں وہ اپنے آپ کو سارا expose کر کے بتا رہے ہیں اور یہ موصوف اس کو defend کر رہے ہیں۔ کمیٹی میں جانے کا مقصد یہ تو نہیں ہوتا کہ کسی کو سزا ہو جاتی ہے یا ڈی۔پی۔او کو کسی نے پھانسی پر لگا دینا ہے، کچھ نہیں ہوتا لیکن اتنی تو تنبیہہ ہو کہ ہاؤس کے کسی فاضل ممبر کا اگر استحقاق مجروح ہوتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس کو کمیٹی کے پاس جانے دیں اور کمیٹی کو اس پر فیصلہ کرنے دیں کہ اس بات میں کتنی سچائی ہے اور کتنی اور بات ہے۔ شکریہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! عمران مسعود صاحب کا رویہ ماشاء اللہ ہمیشہ سے اپوزیشن بنچز کے ساتھ مثبت رہا ہے۔ان کی تعریف ہماری طرف سے ہوتی رہتی ہے۔ حالانکہ یہ بہت سے کام اپنے لوگوں کے کرتے ہیں۔ وہ ناشکرے لوگ ہیں، وہ ان کے کاموں پر ان کا شکریہ تک ادا نہیں کرتے۔

اگر انہیں کوئی مجبوری نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑے دل کے مالک ہیں اور جمہوری سوچ رکھتے ہیں۔ اگر ان پر کوئی مجبوری نہیں ہے تو یہ اپنے ساتھی کی عزت کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ مجھے پتا ہے کہ میاں صاحب کے اندر حوصلہ ہے یہ پولیس سے نہیں ڈرتے، یہ کسی ڈی۔پی۔او سے نہیں ڈرتے۔ یہ ایسے جرأت مند آدمی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ راجہ صاحب کی سو مصلحتیں ہوتی ہیں لیکن عمران مسعود صاحب کا گجرات سے تعلق ہے اور بہادر، جی دار آدمی ہیں۔ انشاءاللہ یہ کھڑے ہو کر اپنے ایک دوست اور ساتھی کی عزت کی خاطر مجھے یقین ہے کہ یہ کہیں گے کہ میں اسے کمیٹی کے سپرد کرنے کا کہتا ہوں۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ ہمارے پاس تحریک استحقاق کے سوا اور کوئی آلہ نہیں ہوتا۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے اپنے بھائی اور ساتھی ہی ان معاملات میں ہمارا ساتھ نہیں دیں گے تو یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، عمران مسعود صاحب!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! تحاریک استحقاق پہلے بھی آتی ہیں اور admit ہوتی ہیں لیکن کسی دائرہ کار اور قواعد وضوابط میں رہنا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر! اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو شاید میں یہ تحریک استحقاق نہ لے کر آتا کیونکہ ہر انسان کی اپنی ایک عزت ہوتی ہے لیکن جب ڈی۔پی۔او سے پوچھا گیا اور ان سے بڑی سختی سے کہا گیا کہ آپ نے معزز ممبر کے ساتھ کیوں اس طرح کا behaviour رکھا؟ ان کی جو رپورٹ ہے اور ان سے جو براہ راست بات ہوئی ہے تو انہوں نے on oath کہا کہ انہوں نے کوئی deliberately خدانخواستہ کوئی افسر کسی کے ساتھ گستاخی نہیں کرتا۔ اگر کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے تو وہ ایک علیحدہ بات ہے۔ ہاں اپنے طور پر ایس۔ایس۔پی یا ڈی۔پی۔او نے ان سے کوئی رابطہ کیا ہے اور آپس میں کوئی صلح صفائی کی ہے یا معذرت کی ہے تو یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے اور آخر میں، میں یہی ہو گا لیکن جہاں تک استحقاق مجروح ہونے کی بات ہے تو میں بڑے آنرایبل انداز میں کہتا ہوں کہ کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ اس کو پریس نہ کریں۔ مجھے آپ حکم دیں میں ان کو بھی بلا لیتا ہوں۔ موصوف کو بھی بلا لیتا ہوں۔ جس طرح ان کی تسلی ہو گی اس طرح کر لیں گے۔ میں صرف یہ چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسا precedent نہ بنے کہ جس کو quote کر کے آئندہ کے فیصلے کئے جائیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ ان کی عزت کی ہم رکھوالی کریں گے۔ اگر یہ مجھے موقع دیں اور ابھی اس کو پریس نہ کریں تو میں بعد میں ان کو بلا کر اس معاملے کو دیکھ لوں گا۔ جہاں تک رولز کی بات ہے

توان کا استحقاق مجروح نہیں ہوا اور میں آپ سے چاہوں گا کہ اس کو dispose of کیا جائے۔ شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! منسٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ ان کا استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ یہ ذرا وضاحت کر دیں کہ استحقاق مجروح ہوتا کیسے ہے؟ تاکہ اس کے مطابق ہم آئندہ Privilege Motion move کریں۔ ایک ڈی۔پی۔او جو کہ سرکاری ملازم ہے اس کے گھر ایک عوامی کام کے لئے گئے ہیں اور انہوں نے ان کو ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ کیا آپ breach اسے سمجھتے ہیں کہ ان پر پرچہ دے کر ان پر کوئی حدود کا کیس بنا دیں تب ہی breach of privilege ہونا تھا۔ آپ ادھر custodian ہیں، آپ اس کو admit کریں the matter should be referred to the Standing Committee. وہاں فیصلہ ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں۔ منسٹر صاحب نے یہی کہا تھا کہ he is not to oppose it وہ بنیادی طور پر یہ بھی oppose نہیں کر رہے اور گجر صاحب اور عمران مسعود صاحب نے جو بات کی ہے اس میں، میں دونوں چیزوں کو مدنظر رکھ رہا ہوں۔ جیسے عمران مسعود صاحب اپنے ضلع سے ایک اچھے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اسی طرح گجر صاحب بھی ایک اچھے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا ذاتی اختلاف ڈی۔پی۔او سے ہے اور نہ ڈی۔پی۔او کا ان سے کوئی ذاتی اختلاف ہے لیکن

As a point of prestige of the House and the honourable member, I will send this to the Privilege Committee.

(نعرہ ہائے تحسین)

اگلی تحریک سید احسان اللہ وقاص صاحب کی ہے۔

این۔ایف۔سی ایوارڈ کی سفارشات کا ایوان میں پیش نہ کیا جانا

سید احسان اللہ وقاص: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ آئین کے آرٹیکل 160(5) کے مطابق ہر پانچ سال بعد NFC کا ایوارڈ پیش کرنا ضروری ہے۔ اس کے مطابق 2002 میں چھٹا ایوارڈ آنا چاہئے تھا۔ تین سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا

ہے۔ایوارڈ کی سفارشات تاحال پنجاب اسمبلی میں پیش نہیں کی گئیں جبکہ صوبائی اسمبلی پنجاب کے قواعد انضباط کار کے قاعدہ 128 کے تحت نیشنل فنانس کمیشن کی سفارشات اسمبلی میں پیش کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ متذکرہ آرٹیکل میں درج ہے کہ:۔

"160(5) The recommendations of the National Finance Commission, together with an explanatory memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses and the Provincial Assemblies."

آئین اور قواعد کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے سے نہ صرف میرا بلکہ اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! یہ NFC ایوارڈ کا معاملہ بڑا اہم معاملہ ہے اور ہمارے آئین میں اس کے بارے میں بہت رہنمائی موجود ہے لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ تین سال سے مسلسل کبھی صدر کے پاس ریفر کر دیا جاتا ہے کبھی کس کے پاس چلا جاتا ہے لیکن اس کا کوئی فیصلہ نہیں کیا جا رہا اور صوبے اپنے اپنے مؤقف پر قائم ہیں اور اس میں سب سے زیادہ جو کمزور مؤقف محسوس ہوتا ہے وہ پنجاب حکومت کا محسوس ہوتا ہے کیونکہ مختلف صوبوں کی طرف سے جو ڈیمانڈز آتی ہیں پنجاب حکومت کی طرف سے کبھی اس بارے میں اپنے کسی مؤقف کا اظہار نہیں کیا گیا۔ پنجاب بڑا بھائی ہے باقی سارے صوبوں کو ہم ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ ہماری یہ خواہش ہے اور ہماری یہ ذمہ داری بھی ہے کہ باقی صوبوں کے ساتھ بھی ہم بھائیوں جیسا سلوک کریں لیکن باقی صوبوں کو بھی یہ چاہئے کہ ہمارے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کریں۔ صوبہ سندھ کا ایک مخصوص گروہ، جو لسانی عصبیت کا شکار گروہ ہے اور جس گروہ کی اندرون سندھ کے اندر کوئی موثر قوت بھی موجود نہیں ہے وہ کراچی کی بنیاد پر باقی صوبوں کو بلیک میل کرتے ہیں اور NFC ایوارڈ کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اس وقت حکومت کے بھی وہ سب سے زیادہ چہیتے ہیں۔ وفاقی حکومت ان کو مکمل facilitate کر رہی ہے اور ان کی جو بھی بلیک میلنگ ہے اس پر کوئی فیصلہ کرنے کی بجائے، ان کو اس بارے میں دوٹوک کہنے کی بجائے کہ سارے صوبے یہاں پر بھائیوں کی طرح ہیں اور پنجاب جو آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا

صوبہ ہے۔ ہماری حکومت کو کسی لحاظ سے بھی پنجاب کے حقوق کے تحفظ سے پہلو تہی نہیں کرنی چاہئے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ متعدد بار کبھی پرائم منسٹر کی قیادت میں اس کی meetings ہوئیں اور دراصل یہ بات بڑی واضح ہے اور یہ بالکل نظر آتا ہے کہ یہ ہمارا پارلیمانی نظام ایک show boy قسم کا نظام ہے، ہمارے پارلیمانی پرائم منسٹر صاحب کی حیثیت ایک show boy سے زیادہ بالکل کوئی نہیں ہے اور ان کے اختیارات بالکل کوئی نہیں ہیں۔ یہ ساری کی ساری چیزیں ایوان صدر سے شروع ہوتی ہیں اور وہیں جاکر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس وقت بھی یہ سارے NFC ایوارڈ کے لئے بھی صدر صاحب پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ آئین کی صریحاً خلاف ورزی کی جارہی ہے۔ یہاں اور بہت سارے غیر آئینی معاملات اس ملک میں ہو رہے ہیں۔ زلزلے کا اتنا بڑا سانحہ ہوا ہے اگر پارلیمانی نظام حکومت ہوتا، وزیراعظم کی کوئی حیثیت ہوتی تو وزیراعظم کا ریلیف فنڈ قائم کیا جاتا لیکن وزیراعظم کو تو کسی معاملے میں پوچھنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں اور یہی NFC ایوارڈ کا معاملہ ہے تو اس کے لئے صدر کو اختیارات دیئے گئے ہیں وہ میں سمجھتا ہوں کہ صدر کو اختیارات دینا بھی غلط ہے۔ NFC ایوارڈ کے لئے آئین کے اندر جو پورا طریق کار دیا گیا ہے اس کے مطابق عمل کر کے اس کا فیصلہ کرنا چاہئے اور میں پنجاب حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اس بارے میں اپنے پنجاب کے حقوق کے تحفظ کے لئے خصوصی اقدامات کرے۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر فنانس!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں اس Privilege Motion کے حوالے سے بات کروں گا کیونکہ معزز رکن نے Privilege Motion کے علاوہ بھی بہت سی گفتگو فرمائی ہے۔ ہمارا جو last نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ تھا وہ 1998 میں آیا جس کو اس اسمبلی کے سامنے پیش کیا گیا جو اس وقت 1999 سے پہلے موجود تھی۔ 2000 کے اندر چھٹا مالیاتی کمیشن تشکیل دیا گیا جس کو بجا طور پر mover سید احسان اللہ وقاص صاحب نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ اس کی سفارشات تاحال پنجاب اسمبلی میں پیش نہیں کی گئیں۔ میں ایوان کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ نیشنل فنانس کمیشن کی سفارش صرف وہ چیز بنتی ہے جس پر تمام stake-holders جو کہ پانچ ہیں ایک وفاقی حکومت اور باقی چار صوبائی حکومتیں ہیں۔ جس بھی issue پر ان تمام پانچوں stake-holders کا consensus ہو وہ نیشنل فنانس کمیشن کا recommendation بنتا ہے کیونکہ ابھی تک کچھ چیزوں پر

consensus ہوا ہے، کچھ پر consensus نہیں ہوا اس لئے وہ سفارشات نہ ہی تشکیل پائی ہیں اور نہ ہی ایوان کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات جہاں تک انہوں نے ہمارے محترم وزیر اعظم صاحب کے متعلق اور صدر صاحب کے متعلق فرمایا ہے اور حکومت پنجاب کے اس مؤقف کے متعلق فرمایا کہ حکومت پنجاب کا مؤقف صحیح طور پر پبلک یا پریس میں نہیں آ تا رہا تو میں اس معزز ایوان کو جناب کی وساطت سے پوری طرح سے تسلی اور یقین دہانی کراتا ہوں کہ صوبہ پنجاب کے تمام مفادات اور مالی مفاد کا ہم ہر حوالے سے تحفظ کر رہے ہیں۔ اس فنانس کمیشن کا چیئرمین وفاقی وزیر خزانہ ہوتا ہے۔ اس وقت ہمارے موجودہ فنانس منسٹر صاحب جو کہ وزیر اعظم بھی ہیں وہ اس فنانس کمیشن کے چیئرمین ہیں، چاروں صوبائی حکومتوں کے فنانس منسٹرز اور نان آفیشل ممبرز اپنے اپنے صوبوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور اس وقت ساتواں فنانس کمیشن in place ہے جس کی deliberations جاری ہیں۔ انشاء اللہ جس وقت یہ کمیشن اپنی recommendations دے گا تو تمام صوبائی اسمبلیوں اور وفاقی حکومت کی خدمت میں پیش کر دی جائیں گی۔ اس وقت نہ ہی کوئی recommendations ہیں اور نہ ہی ان کو اسمبلی کے سامنے پیش کرنے کا جواز پیدا ہوتا ہے۔ اس تحریک استحقاق کو آؤٹ آف آرڈر قرار دیا جائے۔ بہت شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ question hour ہو، تحاریک التوائے کار ہو یا تحاریک استحقاق ہو، ایک منسٹر کی ذمہ داری بھی ہے اور رولز بھی اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ اس کا جواب definite ہونا چاہئے۔ ایک جنرل سٹیٹمنٹ جو ہے وہ ہاؤس میں کوئی پریس کانفرنس سیشن میں نہیں کی جا سکتی کہ ایک جنرل سٹیٹمنٹ دے دی جائے جس طرح آج سوالات کے جواب تھے اور ان کا آپ نے نوٹس بھی لیا۔ اب mover نے بڑی definite بات کی ہے کہ حکومت پنجاب کا NFC ایوارڈ سے متعلق کوئی مؤقف نہیں ہے۔ آج تک باقی صوبوں کا مؤقف سامنے آ تا رہا ہے لیکن پنجاب کا مؤقف نہیں ہے۔ اب اس کا انہوں نے جواب کیا دیا ہے؟ انہوں نے وہی جنرل سٹیٹمنٹ دی کہ آپ اس بات کی تسلی رکھیں، پنجاب حکومت پنجاب کے مالی مفادات کا تحفظ کرے گی۔ پالیسی کیا ہے، پالیسی کے متعلق انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ اب جب یہ تحریک استحقاق کے

ذریعے ایک سوال raise ہوا ہے تو اس کا کم از کم اگر انہوں نے جواب دینا ہے تو کوئی definite جواب دیں کہ مؤقف کیا ہے؟ vital importance کا اتنا بڑا issue ہے اس پر پنجاب حکومت کا مؤقف کیا ہے یہ بیان فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اصل میں بات یہ ہے کہ یہ NFC ایوارڈ اتنا delicated ایوارڈ ہے کہ اس میں چاروں صوبوں کا مسئلہ ہے۔ کئی ایسی چیزیں ہیں جو off the record ہیں وہ اس وقت ظاہر نہیں کرنا چاہتے کیونکہ وہ اب اس ایوارڈ کے قریب پہنچ چکے ہیں اور شاید عنقریب اس کا ایوارڈ ہو جائے۔ یہ اس وقت کوئی ایسی statement نہیں دینا چاہتے جس سے دوسرے صوبوں کی دل آزاری ہو یا وہ پھر اس کو انا کا مسئلہ بنالیں اور یہ کسی چیز پر نہ پہنچیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ جیسے انہوں نے یہ سٹیٹمنٹ دی ہے، آپ پہلے اس کے نتیجے تک پہنچیں اور امید ہے کہ عنقریب جیسے فیڈرل گورنمنٹ سے بیانات آرہے ہیں اس پر کوئی نہ کوئی action ہونے والا ہے۔ اس action کے بعد پھر آپ کوئی بات کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جب وہ ہو جائے گا تو پھر اس کے اوپر کیا بات ہو گی؟ بات یہ ہے کہ یہاں ہاؤس میں off the record بات نہیں ہو سکتی۔ یہاں پر definite بات ہونی ہے۔ تینوں صوبوں کا مؤقف ہے۔ سندھ والوں کا مؤقف ہے کہ جہاں پر collection ہوتی ہے اس بنیاد پر تقسیم کی جائے، بلوچستان کا مؤقف ہے کہ رقبے کی بنیاد پر تقسیم کی جائے، سرحد کا مؤقف ہے کہ جو poverty ہے اس کی بنیاد پر تقسیم کی جائے، باقی تمام صوبوں کا مؤقف ہے، رولز بیان کرتے ہیں ان کی اسمبلیوں میں باقاعدہ اس پر بحث ہوئی ہے، قرار دادیں پاس ہوئی ہیں تو پھر اس ہاؤس میں یہاں پر بات نہیں ہو سکتی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہاں بھی بحث ہوئی ہے۔ جو ان کا مؤقف ہے میرا خیال ہے کہ زیادہ تر آبادی کی بات ہوتی ہے جس پر یہ بات کرنا چاہ رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ جس مسئلے پر باقی تین صوبوں میں قرارداد پاس ہو سکتی ہے ہر طرح سے بات ہو سکتی ہے تو اس ہاؤس میں بات off the record ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعی اس ہاؤس کے استحقاق کا مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ ایسا delicated معاملہ ہے جو ابھی چاروں صوبوں کی طرف سے زیر بحث ہے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ اگر اس کو احتیاط سے برتا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! احتیاط والی بات تو یہ ہے کہ جب بجٹ سیشن ہو رہا تھا تو اس وقت بھی اسی پر ہم بات کرنا چاہتے تھے لیکن بعد میں پھر suspension کا معاملہ چل پڑا۔ بات یہ ہے کہ یہ جو معاملہ اٹھا ہے یہ اس ہاؤس کا استحقاق ہے کہ یہ جانیں کہ پنجاب حکومت کا NFC ایوارڈ پر کیا مؤقف ہے؟ اب جب یہ بات اٹھی ہے تو پھر یہ بتائیں یا پھر اس پر بحث کے لئے یقین دہانی کروائیں اور کوئی دن مقرر کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ جو تحریک پیش کی گئی ہے یہ ایک تحریک استحقاق ہے۔ Now Privilege Motion is going to the committee referred by the House اور فنانس کمیشن کا معاملہ National issues پر ہے اور استحقاق مجروح ہو رہا ہے پنجاب اسمبلی کا عملی طور پر ابھی تک استحقاق کمیٹی کے پاس جتنی تحاریک آئی ہیں، چاہے وہ تحاریک کسی ممبر کے خلاف کسی پولیس افسر کی زیادتی کی ہے یا کسی فورس ڈیپارٹمنٹ کے کسی گارڈ کی ہے یا کسی سپاہی کی ہے۔ Privilege Committee is basically functioning as a 'Musalehati' Body. وہ تو کام کر ہی نہیں رہی ہے۔ ایک دن میں ایک ایجنڈا ہوتا ہے and the exchequer which we pay from the pocket of the people. اس کے لئے جو ہمارے بلز بنتے ہیں، میں بھی استحقاق کمیٹی کا ممبر ہوں۔ once we sit there اس کمیٹی کو تو ہم نے خود مذاق بنا دیا ہے۔ کمیٹی کے پاس اگر آپ نے اس طرح کے National issues کو لے کر آنا ہے تو پہلے کمیٹی کی functioning and working ہونی چاہئے there should be regularity in a right manner. یہ Parliamentary Privileges کی جو لال کتاب ہمارے پاس ہے یہ موجود ہے۔ یہاں پر تو ہم ایک ممبر کے استحقاق کو پورے طریقے سے اس کا حق اس کو نہیں دے سکتے، سمری ٹرائیل کرنا ہے ہاں ہو گا۔ بعد میں ہوتا کیا ہے، ایک دن آپ میٹنگ رکھتے ہیں 17,18,19 تاریخ کو تین دن میٹنگ ہو گئی، چیک sign ہوئے، ہم نے اپنی جیبوں میں ڈالے، ہم گھر چلے گئے۔ ایسا National issue تحریک استحقاق پر لا کر آپ اس کو استحقاق کمیٹی کے حوالے کرنے جا رہے ہیں جس کا میرا خیال ہے کہ استحقاق کمیٹی نے ابھی تک 100 میں سے پانچ فیصد disposal نہیں دیا

ہو گا۔now National Finance Commission پر حکومت پنجاب کا مؤقف واضح ہے Minister Finance should explain it جو وہ کہنا چاہتے ہیں لیکن استحقاق کمیٹی جو اپنا کام کر رہی ہے، وہ استحقاق کمیٹی کم اور مصالحتی کمیٹی زیادہ ہے۔

جناب نجف عباس سیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نجف صاحب!

جناب نجف عباس سیال: جناب سپیکر! ملک صاحب نے جو وضاحت کی ہے تو ساتھ یہ بھی وضاحت کریں کہ اس کمیٹی میں پھر قصور کس کا ہے؟ اگر تو یہ غریب کی جیب سے لیتے ہیں، بنیادی طور پر روڈ پر تو ہر کسی پر ٹیکس پڑتا ہے، غریب سے لے کر امیر پر پڑتا ہے جس کی یہ تنخواہ لیتے ہیں پھر یہ واضح کریں۔ میرے ساتھ خالد محمود سرگانہ صاحب بیٹھے ہیں یہ بھی استحقاق کمیٹی کے ممبر ہیں، ملک صاحب خود بھی ممبر ہیں۔ سردار محمد علی خان صاحب بیٹھے ہیں وہ بھی سٹینڈنگ کمیٹی کے ممبر ہیں تو پھر بتائیں کہ یہ قصور کس کا ہے؟ یہ nominate کریں کہ اگر کمیٹی ٹھیک طور پر کام نہیں کر رہی تو مہربانی کر کے راجہ صاحب تشریف لے آئیں اور اس کمیٹی کو فارغ کریں اور نئی کمیٹی بنائیں جو حقوق کا تحفظ کر سکے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! I come to the point. اب بات یہ ہے کہ استحقاق کمیٹی یا کسی کمیٹی کو refer کیا جانا چاہئے یا نہیں کیا جانا چاہئے؟ that is another thing میں کہتا ہوں کہ اس ہاؤس کا یہ استحقاق ہے کہ جب ایک پوائنٹ یہاں پر discuss ہوا ہے تو اس کا definite جواب منسٹر صاحب دیں کیونکہ منسٹر صاحب نے اس پر جنرل سٹیٹمنٹ دی ہے۔ انہوں نے یہ بات کی ہی نہیں کہ ہمارا اس پر مؤقف کیا ہے؟ میں تو اسی وقت چاہتا ہوں کہ پنجاب حکومت کا NFC پر جو مؤقف ہے منسٹر ز اس کو اس ایوان میں اس وقت بیان فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر فنانس!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! احسان اللہ وقاص صاحب بات کر رہے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! ملک احمد صاحب بات کر کے فوراً یہاں سے نو دو گیارہ ہو گئے

ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ جو مجلس استحقاقات ہے، اصل ہمارا استحقاق یہ ہے کہ جو آئین کی خلاف ورزی کی جا رہی ہو اس سے ہمارا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ میں کسی اپنے بھائی کی دل آزاری نہیں کرنا چاہتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ تحریک استحقاق اس بات پر پیش کرنے کے لئے ہے۔ اب استحقاق کمیٹی کو تو پولیس اور اس طرح کے مسائل کے لئے رکھ دیا گیا ہے۔ اصل تو ہمارا استحقاق اس طرح کی چیزوں سے مجروح ہوتا ہے کہ آئین کے اندر دوٹوک لکھی ہوئی بات ہے اور اس پر ہمیں ابھی تک کبھی بھی کسی موقع پر بریف نہیں کیا گیا کہ وہاں پر کیا مسائل ہیں، پنجاب کا کیا مؤقف ہے؟ دوسرے جو لوگ ہیں وہ کس معاملے پر پنجاب کو بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہمارا اصل مؤقف کیا ہے؟ یہ دوٹوک آنا چاہئے کہ پنجاب سب سے بڑا صوبہ ہے یہ بہت بڑے پیمانے پر فراہم کرتا ہے اور اس ملک میں پنجاب معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے لیکن پنجاب حکومت کا اس بارے میں کوئی مؤقف بھی نہ آئے اور دوسرے صوبوں کے وزراء اپنا مؤقف کھل کر بیان کریں اور ہمیں یہ پتا ہی نہ ہو۔ یہ 2002 میں ایوارڈ آ جانا چاہئے تھا وہ کیوں نہیں آ رہا۔ اس بارے میں یہ اپنا مؤقف بتائیں اور ہمیں یہ اطمینان ہو۔ چلو دوسرے صوبوں کا کوئی مسئلہ ہے تو اس سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے لیکن ہمارے صوبے میں آئین کی اس شق پر عمل کرنے کے لئے پورا کردار ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر یہ مؤقف صوبے کی طرف سے آ جائے اور اس میں پوری وضاحت ہو کہ ہم نے NFC ایوارڈ میں صوبہ پنجاب کے حقوق کے تحفظ کے لئے یہ یہ کردار ادا کیا ہے تو ٹھیک ہے میں اپنی تحریک استحقاق کو press نہیں کروں گا لیکن یہ ساری باتیں تو آئیں جس سے ہمیں محسوس ہو۔ صوبہ سندھ کے اندر کچھ ہوتا ہے یا صوبہ سرحد میں کچھ ہوتا ہے اس سے تو ہمارے استحقاق کا تعلق نہیں ہے لیکن پنجاب کے ساتھ تو ہمارا تعلق ہے لہٰذا پنجاب حکومت کا وہاں پر رول ہمارے سامنے آ جائے تو ٹھیک ہے میں اس کو زیادہ press نہیں کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنی بات کو پھر سے دہراؤں گا کہ آرٹیکل 160 کے سب آرٹیکل (5) کو انہوں نے quote کیا ہے تو میں اسے پھر ایک دفعہ پڑھتا ہوں اور اس کی وضاحت کرتا ہوں کہ:

> The recommendations of the National Finance Commission, together with an explantory

memorandum as to the action taken thereon, shall be laid down before both Houses and the Provincial Assemblies.

اس میں فنانس کمیشن کی recommendationsکو explanatory memorandum کے ساتھ lay downکرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس وقت پانچواں فنانس کمیشن ایوارڈ in place ہے۔ چھٹے یا ساتویں ایوارڈ کی ابھی deliberationsجاری ہیں اور انشاء اللہ جس وقت اس پر consensusہوگا اور وہ in placeہوگا تو اس کی recommendationsیقیناً صوبائی اسمبلی کے سامنے lay downکی جائیں گی۔lay downکرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسمبلی کی انفارمیشن میں لائی جائیں گی اور اس پر بحث نہیں ہو گی بلکہ وہ اسمبلی کے سامنے صرف layکی جائیں گی جس طرح کل یا پرسوں میرے کولیگ ڈاکٹر طاہر صاحب نے میڈیکل رپورٹس layکیں یا مختلف رپورٹس layہونا چاہتی ہیں۔جہاں تک میرے معزز اراکین اور میرے بھائیوں کا اصرار ہے کہ حکومت پنجاب اپنا مؤقف بتائے۔ فنانس کمیشن ایوارڈ ایک بہت complexاور پیچیدہ معاملہ ہے جس میں at the same timeپانچ یا چھ چیزیں ہیں جن پر آپ اپنی مختلف پوزیشن لیتے ہو۔ان پوزیشن کو اگر کوئی اپوزیشن بنچز کا ساتھی یا ٹریژری بنچز کا ساتھی privatelyمجھ سے پوچھنا چاہے تو میں ان کی مکمل طور پر تسلی و تشفی،ان کے ساتھ اپنا data shareکرنے کے لئے حاضر ہوں لیکن میں publically اس وقت کسی قسم کی کوئی statementدینا صوبے کے مفاد میں بہتر نہیں سمجھتا اور میں دوبارہ جناب کی وساطت سے معزز رکن کو التجا کروں گا کہ یہ اس کو press نہ کریں اور آپ اسے out of orderقرار دیں۔ شکریہ

جناب ارشد محمود بگو:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر!این ایف سی ایوارڈ کے مسئلہ پر بڑے عرصے سے ملک میں بحث چل رہی ہے۔ پچھلے سیشن میں راجہ بشارت صاحب نے on the floor of the Houseیہ کہا تھا کہ چاروں صوبوں اور پانچویں وفاق نے صدر پاکستان پرویز مشرف کو لکھ کر دے دیا ہے کہ جو فیصلہ آپ کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔ہر صوبے نے جس طرح آپ نے فرمایا ہے کہ یہ off the recordہے۔کیا مفادات off the recordہوتے ہیں؟ سندھ یہ کہہ رہا ہے پورا سندھ

نہیں بلکہ ان کی پارٹی جو وہاں پر قابض ہے وہ کہہ رہی ہے کہ ریونیو پر ہمارا تصفیہ کیا جائے، بلوچستان کا مؤقف ہے کہ ہمارا رقبے پر آپ کریں، ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ آبادی کی بنیاد پر کریں۔ یہ ہوتا بھی اسی طرح ہے کیونکہ پچھلے جو ایوارڈ ہوئے ہیں وہ آبادی کی بنیاد پر ہی ہوئے ہیں۔ اب بدقسمتی یہ ہے کہ پچھلے اجلاس میں ہاؤس میں جو لڑائی ہوئی تھی اور جو بحث چلی تھی اور راناصاحب کا سارا مسئلہ اسی پرcreate ہوا تھا کہ پنجاب حکومت یہ وضاحت کرے کہ این ایف سی ایوارڈ پر ان کا کیا مؤقف ہے؟ مؤقف بیان کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ ہمیں ساری وہ باتیں بتائیں۔ کم از کم یہ تو بتائیں کہ پنجاب حکومت کہاں کھڑی ہے؟

جناب سپیکر! دوسری انہوں نے جو بات کی ہے کہ جو رپورٹlay down ہوتی ہے اس پر بحث نہیں ہوتی اور انہوں نے پرسوں میڈیکل رپورٹ پیش کی ہے تو اس دن کے ایجنڈے پر لکھا ہوا ہے کہ جو رپورٹ یہاں اسمبلی میں پیش ہو گی، اس پر بحث بھی ہو سکتی ہے اور بحث بھی ہو گی لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وزیر خزانہ پتا نہیں کس مصلحت کی بناء پر اور وہ کون سی مصلحت ہے؟ صوبہ پنجاب بڑا بھائی ہونے کے ناتے ہر بار یہ نیچے اور نیچے بیٹھتا جائے گا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارے چھوٹے بھائیوں کو بھی بڑے بھائی ہونے کے ناتے ہماری عزت اور احترام کرنا چاہئے۔ پنجاب کا صوبہ پورے پاکستان کو گندم دیتا ہے اور اناج دیتا ہے اور سب سے زیادہ گالیاں بھی ہم کھاتے ہیں۔ ہمیں بلوچستان اسمبلی میں، ہمیں سندھ اسمبلی میں کھڑے ہو کر پنجاب کے نام پر گالیاں دی جاتی ہیں تو ماشاء اللہ انہوں نے اپنا مؤقف پچھلی میٹنگ میں بڑے اچھے طریقے سے پیش کیا تھا تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ یہ کم از کم اس اسمبلی کو بتائیں تو سہی کیونکہ پنجاب اسمبلی سب سے بڑا فورم ہے اور یہ ایسا فورم ہے کہ جہاں پر کوئی سیکرٹ بات نہیں ہے۔ یہ تحریک استحقاق آ گئی ہے تو یہ اس کو بنیاد بنا کر بتا دیں کہ کم از کم پنجاب کا مؤقف اس سلسلے میں کیا ہے؟ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں اپنی آخری statement دیتا ہوں کہ پنجاب کا بہت candid, categoric اور definite مؤقف single linear یہ ہے کہ "ناانصافی باقی صوبے کے کسی ایک بندے سے کی جائے اور نہ ہی صوبہ پنجاب کے کسی ایک شہری کے ساتھ "Injustice should not be done to anybody اگر ہم باقی صوبوں کے لئے توقع کرتے ہیں کہ ان کے شہریوں سے ناانصافی نہ ہو تو likewise پنجاب کے بھی ہر شہری کے ہر مفاد کا تحفظ کیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ مؤقف ہو سکتا ہے۔ اس single linear کو آٹھ کروڑ عوام کے اتنے بڑے صوبے کا مؤقف قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہی بات budget speech کے وقت میں نے کہی تھی [******] اس لئے ان کا وہاں پر کوئی مؤقف نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ الفاظ کاروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اب جو انہوں نے single linear کی بات کی ہے تو یہ بتائیں کہ کیا یہ مؤقف ہو سکتا ہے اور پھر یہ بھی فرما رہے ہیں کہ ٹریژری بنچوں سے یا اپوزیشن بنچوں سے کوئی بندہ میرے پاس آ جائے تو میں اس کو پورے data کے ساتھ ساری بات بتا کر satisfy کر دوں گا۔ it means کہ ایک ممبر کا status پورے ہاؤس سے زیادہ ہے یعنی یہ منسٹر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! احسان اللہ وقاص صاحب نے جو تحریک move کی ہے کہ پنجاب اسمبلی کا استحقاق مجروح ہو رہا ہے تو مجروح تو اس وقت ہو جس وقت این۔ ایف۔ سی ایوارڈ سامنے آئے اور وہ آپ کے حق میں نہ ہو۔ اگر وہ آپ کے حق میں ہے تو پھر تو مجروح نہیں ہوا تو میری رائے میں چونکہ ابھی ایوارڈ نہیں آیا اس لئے یہ breach نہیں ہوا I dispose of this.

(نعرہ ہائے تحسین)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جب نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ آ جائے گا تو اس کی رپورٹ یہاں lay ہو جائے گی تو احسان اللہ وقاص صاحب نے جو پوائنٹ اٹھایا ہے وہ تو ختم ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ رانا صاحب! اگر پنجاب کا اس ایوارڈ میں حق تسلیم نہ کیا گیا۔
Then that is the breach of privilege, then you can move it again.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اس پر discussion ہو سکتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ اس وقت discuss کریں اس پر سب کچھ کریں لیکن ابھی تو it is premature ابھی ایک فیصلہ ہوا نہیں تو آپ کیسے assume کر رہے ہیں کہ پنجاب کا مقدمہ صحیح معنوں میں plead نہیں کیا، breach اس وقت ہو گا جس وقت آپ پنجاب کا مقدمہ ہار جائیں تو اس وقت آپ کہیں کہ breach ہوا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پنجاب کا مقدمہ ہی نہیں بتا رہے تو پھر یہ ہاریں گے کیا؟

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راناصاحب! آپ کے فنانس منسٹر آپ کی طرف سے اپنا مؤقف پیش کر رہے ہیں اور آپ کی گورنمنٹ بھی پیش کر رہی ہے۔ جب این ایف سی ایوارڈ ہوگا تو اس کے بعد ہی تعین کر سکیں گے کہ یہ چیز آپ کے خلاف گئی ہے یا آپ کے حق میں گئی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ ہمیں بتائیں کہ پنجاب کا مقدمہ کیا ہے اور انہوں نے وہاں پر کیا مؤقف اختیار کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: لا محالہ جو حکومت وہاں جا کر بیٹھے گی وہ اپنا مؤقف ضرور بیان کرے گی اور وہ کمزور مؤقف تو نہیں رکھے گی۔ مؤقف یہ ہے کہ انشاء اللہ آپ کے حق میں بہتر بات ہو گی۔ بگو صاحب یہ breach نہیں بنتی فی الحال I have gone through every thing آپ دیکھیں کہ میں نے آپ کو بھی موقع دیا ہے اور ان کو بھی موقع دیا ہے and I have come to this کہ جب تک فیصلہ نہیں ہوتا تو اس کے بارے میں کوئی breach نہیں ہو گی۔ اگلی تحریک استحقاق سید حسن مرتضیٰ صاحب کی ہے۔ جی، شاہ صاحب!

رکن اسمبلی پر قاتلانہ حملہ، تھانہ صدر چنیوٹ کا مقدمہ درج کرنے سے انکار (---جاری)

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ تحریک move ہو چکی ہے آج اس کا جواب آنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، عمران مسعود صاحب!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یہ چنیوٹ کے ایس۔ ایچ۔ او کے خلاف انہوں نے تحریک استحقاق دی ہوئی ہے---

معزز ممبران حزب اختلاف: ایس ایچ او نہیں، ڈی پی او ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عمران مسعود صاحب! آپ حسن مرتضیٰ صاحب کو ایس۔ ایچ۔ او اور ڈی۔ پی۔ او میں پھنسا رہے ہیں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس سے پہلے تحریک استحقاق ڈی۔ پی۔ او کے خلاف تھی اور اب یہ ایس۔ ایچ۔ او کے خلاف ہے اور موصوف کا کہنا ہے تو میں تھوڑا سا پڑھ دیتا ہوں کہ اے۔ ایس۔ پی چنیوٹ اور ایس۔ ایچ۔ او تھانہ صدر چنیوٹ نے میرے ساتھ ہونے والے واقعے کی اطلاع کے باوجود

تینوں پولیس افسران میں سے کسی نے بھی مجھے فون کر کے حالات و واقعات سے آگاہی نہ کی۔ ان کا privilege اس طرح breach ہوا ہے کہ انہوں نے ایک واقعہ کی پولیس والوں کو اطلاع دی اور پولیس والوں نے respond back نہ کیا تو ایم۔پی۔اے صاحب کا privilege breach ہو گیا لہٰذا اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے یہ ان کا مؤقف ہے۔ میں پھر ایک بار یہ کہوں گا کہ مجھے افسوس ہے کہ ان کی جو بھی feelings hurt ہوئی ہیں لیکن پولیس نے جو matter کی cognizance لینی تھی وہ لے لی جو کہ ہم نے رپورٹ منگوائی ہے لیکن جہاں تک privilege breach ہونے کا تعلق ہے وہ کسی بھی صورت میں breach نہیں ہوا لہٰذا میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اس کو press نہ کریں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! جب یہ take up ہوئی تھی تو وزیر قانون نے assurance دلائی تھی کہ ان کا مؤقف سن لیں یہ breach اس طرح ہوتی ہے کہ ایک فاضل رکن پر قاتلانہ حملہ ہوتا ہے ان کی گاڑی پر فائرنگ ہوتی ہے اور گولیوں کے جو خول ہیں وہ بھی لے کر چلے جاتے ہیں وہ D.P.O کو ٹیلی فون کرتے ہیں وہ ان کو respond نہیں کرتے، پھر A.S.P کو فون کرتے ہیں وہ respond نہیں کرتے پھر S.H.O کو فون کرتے ہیں وہ بھی respond نہیں کرتا اس کے باوجود یہ جو پرچہ درج ہوا ہے یہ Privilege Motion move ہونے کے بعد ہوا ہے ہمارا یہ مؤقف ہے کہ ایک فاضل رکن جس پر قاتلانہ حملہ ہوا وہ آپ کا colleague ہے اس کا آپ یہ جواب دے رہے ہیں کہ یہ breach of privilege نہیں ہے ایک فاضل رکن مر جاتا پھر اس کا privilege breach ہونا تھا kindly یہ ساری اپوزیشن اور گورنمنٹ کا بھی معاملہ ہے آپ ان issues کو اتنا lightly نہ لیں آپ اس کو admit کریں اور کمیٹی کو refer کریں یہ فاضل رکن وہاں پر ثابت کریں گے کہ ان کے ساتھ کیا behaviour تھا اور آج تک بھی انہوں نے ان سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ کیا ایک فاضل رکن اتنا استحقاق بھی نہیں رکھتا کہ اس کا ٹیلیفون سنا جائے اور اس پر یہ بتا سکیں کہ میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی ہے۔ ہم آپ سے توقع کرتے ہیں کہ آپ اس کو in order قرار دیتے ہوئے استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ارشد بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! منسٹر صاحب پتا نہیں آج کیا کھا کر آئے ہیں آج انہوں نے روزہ

رکھا بھی ہے یا نہیں رکھا۔ میری گزارش یہ ہے کہ اگر کسی فاضل ممبر کا breach of trust ہوتا ہے چاہے وہ اپوزیشن کا ہو یا حکومتی ممبر ہو میں سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس کا privilege breach ہوتا ہے یہ معمولی معمولی بات ہوتی ہے جب کمیٹی میں یہ بات آجاتی ہے تو یہ جلدی settle بھی ہو جاتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو آج اتنا مائنڈ نہ کریں اور اس پر اتنا سٹینڈ نہ لیں اس کو کمیٹی کے سپرد کرنے دیں وہاں پر یہ معاملہ settle ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس دن یہ معزز ممبر بھی موجود تھے اور وزیر قانون صاحب بھی موجود تھے اور میں نے ان کی تمام تقریر سنی تھی میرا خیال ہے کہ یہ بہت اہم مسئلہ ہے لہذا اسے کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اب تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میاں صاحب کی ساری کوششوں کے بعد بھی میرے اوپر مہربانی فرمائی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ایسی بات نہ کریں۔ دیکھیں، وہ police بھی ایک ہماری فورس ہے

He does not want to demoralize them. We are here to look after your interests. The Law Minister has to see the interests of the force as well.

آپ کی اور ہماری کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے لیکن ایک ممبر کی بلکہ ایک پاکستانی شہری کا بھی ایک احترام ہے اور اس کو مدنظر رکھنا چاہئے جو آپ کے ساتھ واقعہ ہوا ہے یہ واقعی ایسی چیز ہے کہ جس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جانا چاہئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ملک صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب سپیکر! I believe that I was not explicit and last time you had kindly gracefully given the time to speak یہ آپ نے آج پھر چار یا پانچ تحاریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دی ہیں لیکن اس کمیٹی نے فیصلہ نہیں کرنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں ناں، آپ پھر غلط بات کر رہے ہیں۔
I am not going to give you floor for this that you should criticize a thing.

استحقاق کمیٹی آپ کی بنی ہوئی ہے۔

> You are the member of that and now this is for you to decide. The House has given you the authority to decide about that. This is becoming up too personal.

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک التوائے کار ملک اصغر علی قیصر، چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) کی ہے۔ اس کا نمبر 441/05 ہے۔ یہ move ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔ جی، میاں صاحب!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یہ تو withdraw نہیں ہو گئی تھی؟ میرے پاس تو یہی رپورٹ ہے اور میرے پاس withdrawal کا letter ہے۔

> The said Adjournment Motion related to WASA/LDA had very kindly been withdrawn by the respective member Haji Muhammad Ijaz, MPA

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک التوائے کار نمبر 441/05 ملک اصغر علی قیصر، چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) کی ہے۔

وزیر تعلیم: جناب والا! یہ وہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن جو نام آپ لے رہے ہیں وہ اس میں نہیں ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس میں تین ممبرز کا نام ہے ملک اصغر علی قیصر، چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) یہ 441/05 ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی یہی ہے اور آپ کہہ رہے تھے کہ ممبر حاجی محمد اعجاز نے withdraw کی ہے۔

وزیر تعلیم: جی ہاں، میرے پاس ان کی کاپی ہے 441۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن اس میں تو withdrawal کا کہیں نہیں لکھا۔

محترمہ فرزانہ راجہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! میں ابھی آپ کو floor دیتا ہوں پہلے ان کا مسئلہ طے کر لیتے ہیں پھر میں آپ کو floor دیتا ہوں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں 441 پڑھ دیتا ہوں۔اب پتا نہیں آپ کے پاس کون سی ہے اور میرے پاس کون سی ہے؟ یہ ایم ڈی واسا کے خلاف ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ہاں! یہ ایم ڈی واسا کے بارے میں ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میرے پاس جو ریکارڈ ہے اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ایک معزز ممبر نے اس کو واپس لے لیا لہذا ہم نے اس کو take up نہیں کیا اگر یہ اس کو take up کرنا چاہتے ہیں تو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس دن انہوں نے move کیا تھا لیکن اس دن Minister WASA موجود نہیں تھے اس لئے اس کو pending کیا گیا تھا۔

وزیر تعلیم: جناب والا! پھر آپ اس کو pending کر لیں۔ میرے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے اس کو pending کیا جاتا ہے۔ جی، اگلی تحریک محترمہ فرزانہ راجہ کی ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! میں بات یہ کروں گی کہ بہت سارے دن ہو گئے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! آپ کی تحریک پہلے move ہو چکی ہے؟

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! یہ pending ہے اور میں بات یہ شروع کرنا چاہ رہی تھی کہ تحریک التوائے کار کے درمیان آپ پوائنٹ آف آرڈر نہ دیں کیونکہ وقت اتنا short ہوتا ہے کہ سارا business اسی طرح رہ جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی اپنی پارٹی پوائنٹ آف آرڈر کر رہی ہے، میں تو نہیں کرنا چاہتا۔

انوسٹی گیشن پولیس شرقپور کے وحشیانہ تشدد سے شہری کی ہلاکت

(۔۔جاری)

محترمہ فرزانہ راجہ: میں تو اپنی تحریک پڑھنا چاہ رہی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پھر آپ پڑھیں لیکن یہ تو آپ نے already پڑھی ہوئی ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: یہ پڑھی ہوئی تھی اس کا جواب آنا تھا یہ آج کے دن کے لئے تھی۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ جہانزیب صاحب! کیونکہ she is on a very important issue, let her say and I will come back to you. جی، میاں صاحب فرمائیے!

وزیر تعلیم: جناب والا! یہ پہلے move ہو چکی تھی اس کا جواب pending کیا گیا تھا اور اب جو fresh result یا انکوائری آئی ہے میں معزز ممبر کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ D.P.O ننکانہ کے پاس اس کی انکوائری ہے اور یہ تین لائنوں کی رپورٹ آئی ہے میں یہ پڑھ دیتا ہوں۔ "تشدد سے موت واقع نہیں ہوئی تاہم حتمی وجہ موت بعد از وصولی رپورٹ Chemical examiner طے کی جائے گی۔ سر دست بیانات لواحقین ورثا متوفی سے ASI منیر احمد پر جرم دفعہ 302۔ت پ کا اطلاق نہ پایا گیا تاہم اس بابت محکمہ خود بھی انکوائری کر رہا ہے جو کہ تا حال مکمل نہ ہوئی ہے جونہی مکمل ہوئی تو رپورٹ پیش کر دی جائے گی۔" اس میں موٹر سائیکل چھیننے والا جو واقعہ ہوا اور اس کے بعد جو یہ کرائم commit ہوا تو اس پر جو مدعی تھے، جس کے ساتھ یہ واقعہ ہوا، جو آدمی اس میں involve تھا اس کے اپنے رشتہ داروں نے کورٹ میں جا کر بیان یہ دے دیا کہ ملزم کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے یہ کورٹ میں لکھ کر دے دیا۔ یہ میرے پاس اس کی ایک رپورٹ آئی ہوئی ہے اور ہم نے معزز ممبر کے کہنے پر اس کی جو انکوائری تھی اس کو زیادہ initiate کیا، جونہی ہمیں کیمیکل ایگزامینر کی رپورٹ آئے گی تو اس سے آگے ہم proceed کریں گے۔ میں معزز ممبر کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی اس تحریک التوائے کار پر activity جو تھی وہ تیز ہوئی اور ان کی درست نشاندہی پر پولیس in action آئی اور اس بارے میں جو رپورٹ ہے وہ میں نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے بی بی؟

محترمہ فرزانہ راجہ: جی، ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے withdraw کر لی ہے۔ للذا یہ disposed of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 587 بھی محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ کی ہے۔

پنجاب کے ہسپتالوں میں اہم ادویات کی مختلف قیمتوں پر خریداری

محترمہ فرزانہ راجہ: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ صوبہ بھر کے ہسپتالوں میں کمیشن مافیا کے گٹھ جوڑ سے اہم نوعیت کی ایک جیسی ادویات کی مختلف قیمتوں پر خریداری سے حکومت اور محکمہ سوشل سکیورٹی کو بھاری مالی نقصان ہوا ہے۔ ان ادویات میں دل کے امراض کی ادویات انٹی بائیوٹک انجکشن، گولیاں اور کیپسول شامل ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق صوبہ کے کئی ہسپتالوں میں ایک کمپنی کا انجکشن Dobutamine جو 250 ملی گرام کا ہے سوشل سکیورٹی ہسپتال نے 175 روپے جبکہ سندھ حکومت نے صرف 72 روپے میں خریدا۔ ایک ہی کمپنی انجکشن Cimetadine سوشل سکیورٹی ہسپتالوں کو 2 روپے 47 پیسے جبکہ محکمہ صحت پنجاب کو 5 روپے میں بیچ رہی ہے اور اسی طرح جنٹامائسن انجکشن 80 ملی گرام سوشل سکیورٹی ہسپتال 3 روپے 90 پیسے میں جبکہ پنجاب اور سندھ میں یہی ٹیکہ ایک روپے 19 پیسے میں دیا جارہا ہے۔ انٹی بائیوٹک انجکشن Ceftazidim ایک ہزار ملی گرام سوشل سکیورٹی ہسپتال کو 70 روپے جبکہ میو ہسپتال لاہور میں 42 روپے میں sale ہو رہا ہے۔ اسی طرح مزید کئی ادویات جن میں لنکومائسن کیپسول اور Lignocain انجکشن، ڈویامین ٹیکہ جات، گولیاں اور انفیوزن، آفلاکسن گولیاں اور پیٹ کے امراض کی گولیاں Albendozol سمیت درجنوں ادویات کی سپلائی اور خریداری میں گھپلے ہو رہے ہیں اور محکمہ صحت کے بعض افسران اور کمپنیوں کے ایجنٹ ملی بھگت کرکے ہسپتالوں میں اور ہسپتالوں کے ارد گرد فارمیسی مالکان زیادہ ادویات کا ریٹ کنٹریکٹ نہیں ہونے دیتے تاکہ جتنی ادویات کا ریٹ کنٹریکٹ ہوگا اتنی ہی لوکل پرچیز ہوگی جس کے لئے متعلقہ اداروں کو 75 فیصد زیادہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے اور خریدنے والوں کو زیادہ کمیشن ملتا ہے۔ ایک ہی کمپنی سندھ میں ادویات سستی اور پنجاب میں زائد قیمت پر دیتی ہے۔ حکومت اور محکمہ سوشل سکیورٹی کو بھاری نقصان پہنچانے کی وجہ سے صوبہ کے عوام میں بے چینی اور اضطراب پایا جارہا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری

تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میری چیئر اور معزز ممبر سے بھی request ہے کہ ہیلتھ منسٹر صاحب نے اس کے لئے request کی تھی کہ وہ اس کا جواب دیں گے لہٰذا اس کو pending کر دیا جائے۔ وہ ریلیف ورک میں شامل تھے۔

معزز اراکین: وہ بیٹھے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہیلتھ منسٹر صاحب آئے ہوئے ہیں۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! کر لیتے ہیں۔

وزیر تعلیم: آپ کر لیں، sorry، میں نے آپ کو دیکھا نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ہیلتھ منسٹر صاحب!

وزیر صحت: جناب سپیکر! اس کا جواب میں آپ کو پڑھ کر سنا دیتا ہوں اور ساتھ ہی میرے پاس اس کے متعلق نوٹیفکیشن کی کاپی بھی ہے۔ یہ دوائیوں کی پرچیز کے متعلق جو معاملات ہیں ان کی پوری چھان بین کے لئے 6۔اکتوبر کو چیف منسٹر صاحب کے احکامات پر اور ان کے ان معاملات کو raise کرنے پر میں نے ایک کمیٹی notify کی ہے جس کے terms of references جو ہیں وہ exactly یہی issues ہیں، اس کمیٹی کے ممبروں میں سیکرٹری ہیلتھ ہیں، پرنسپل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، پرنسپل علامہ اقبال میڈیکل کالج، ساؤتھ سے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال کو اس کا ممبر بنایا، ای۔ڈی۔او ہیلتھ جھنگ، ڈائریکٹر ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری، منیجر گورنمنٹ میڈیکل سٹور ڈپو اور مسٹر توفیق الرحمن ڈرگ انسپکٹر لاہور، یہ آٹھ رکنی کمیٹی بنائی گئی ہے جس کو یہ آرڈرز دیئے گئے ہیں کہ آپ یہ تمام issues کہ ڈرگ پرچیز ڈفرنشل پرائس جو مختلف اضلاع میں ہوتی ہے ان issues کو address کریں، جو P.R.S.P کے تحت procurement processes ہیں ان کے بارے میں streamline کرنا، ان کو equitable basis پر بنانا وہ اس کے T.O.R میں شامل ہیں۔

To examine the open tender and single tender price difference, and propose the uniform pattern

یہ بھی اس کے T.O.R میں شامل ہیں۔

To examine the progress of the list of inclusion of new medicines

جو نئی دوائیاں آ رہی ہیں ان کو ہماری جو T.V.M.S لسٹ ہے اس میں include کرنا تو ایک broad based T.O.Rs اس کمیٹی کو دیئے گئے ہیں تاکہ یہ price differential جو ہے کہ ایک دوائی راجن پور میں ایک پرائس کی ہے، اٹک میں اور پرائس کی ہے، کراچی میں اور پرائس کی ہے اس کو resolve کرنے کے لئے کمیٹی 6 ۔اکتوبر کو notify کر دی گئی تھی۔ دو مہینے کا ان کو ٹائم دیا گیا ہے کہ اپنی recommendations ہمیں پیش کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! فاضل وزیر صحت نے جو ارشاد فرمایا ہے، مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اس میں تو بہت ساری ادویات جو مہنگی خریدی گئی ہیں وہ سوشل سکیورٹی والوں نے خریدی ہیں۔ محترمہ فاضل ممبر نے جن چیزوں کی نشاندہی اپنی تحریک التوائے کار میں کی ہے اس میں پنجاب گورنمنٹ نے تو بیشتر وہ medicines سستی خریدی ہیں لیکن یہ جو سوشل سکیورٹی ہسپتالوں میں اندھیر مچا ہوا ہے اور وہاں پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کی ایک تصویر اس تحریک التوائے کار میں سامنے آتی ہے۔ یہ اس کا کیا سدباب کریں گے؟ وہ محکمہ تو ان کی منسٹری کے ماتحت نہیں ہے۔ وہ محکمہ ان کی منسٹری کے تحت نہیں آتا ہے۔ سوشل سکیورٹی والے جو اتنی مہنگی چیزیں خرید رہے ہیں اس کے سدباب کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں؟

وزیر صحت: یہ بات درست ہے لیکن میں یہی عرض کر رہا تھا کہ چیف منسٹر صاحب نے، میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ منسٹر ہیلتھ نے یہ کمیٹی notify کی ہے، چیف منسٹر صاحب نے اس چیز کا احساس کرتے ہوئے چونکہ دوائیوں کی زیادہ سے زیادہ خرید جو ہے وہ traditionally ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کرتا ہے اس لئے انہوں نے مختلف شعبوں سے، ہمارے جو مختلف autonomous ادارے ہیں، مختلف districts کی ایک کمیٹی بنائی ہے جو پورے پنجاب کے drug purchase process کو مجموعی طور پر comprehensively دیکھے گی اس لئے میں نے سمجھا کہ میں اس چیز کا جواب دے سکتا ہوں۔

MR DEPUTY SPEAKER:- That also covers Social Security?

MINISTER FOR HEALTH:- Yes.

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! اس میں یہ تھا کہ بہت اچھی بات ہے جو کمیٹی بنائی ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ہیلتھ منسٹری کو کام کرتے ہوئے تین سال ہو گئے ہیں اور تین سال کے بعد اس تحریک التوائے کار کے آنے پر کمیٹی کا ان کو احساس ہوا یا اس سے پہلے شاید پتا ہی نہیں چلا کہ یہ سارا کچھ ہو رہا ہے۔

جناب والا! دوسرا یہ ہے کہ یہ اچھی بات ہے، اب اس کمیٹی کا رزلٹ کیا آتا ہے وہ دیکھا جائے گا لیکن میں request کرتی ہوں کہ اس کمیٹی کی جو بھی کارروائی ہو اور اس کے تحت جو بھی فیصلے ہوں اس کی کارروائی سے ایوان کو باخبر رکھا جائے اور یہ رپورٹ ایوان میں دی جائے۔ تب تک اس تحریک التوائے کار کو pending کیا جائے تاکہ ہمیں یہ پتا چلے کہ اس کمیٹی نے کیا ایکشن لیا ہے اور جہاں جہاں پر یہ already دوائیاں مہنگی خریدی جا رہی ہیں ان لوگوں کے خلاف کیا ایکشن ہوا ہے؟

جناب سپیکر! پرائیویٹ ہسپتالوں اور گورنمنٹ ہسپتالوں میں بھی ایک پریکٹس یہ چل رہی ہے کہ جو ڈاکٹرز ہیں ان کے پاس Reps آتے ہیں جو ملٹی نیشنل کمپنیز ہیں، فارماسیوٹیکل کمپنیز ہیں ان کے Reps ان کے پاس آتے ہیں اور وہ ان کو کمیشن دیتے ہیں، اس کمیشن کی وجہ سے یہاں پر جو فارمیسیز ہیں وہ ان کو recommend کرتے ہیں کہ وہ medicines ان کمپنیوں سے خریدی جائیں جو کہ medicines imported ہے اور جو کہ مہنگی medicines ہیں تو اس میں ڈاکٹر involve ہیں، چاہے وہ سرکاری ہسپتالوں کے ہیں یا پرائیویٹ ہسپتالوں کے ہیں۔ اس کی روک تھام کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو لوکل مینوفیکچرنگ ہے، جو فارماسیوٹیکل کمپنیاں ہیں ان کی help کی جائے اور ان کو support کیا جائے تاکہ اپنے ملک کے اندر یہ ادویات تیار ہوں تو کم پیسوں میں ملیں گی، اگر ہم ان کو امپورٹ کرائیں گے تو اسی طرح سے مہنگی ملیں گی۔ اس میں جو ڈاکٹر حضرات ہیں ان کے خلاف ایکشن لینے کی ضرورت ہے یا اس چیز کو مانیٹر کرنے کی ضرورت ہے تو منسٹر ہیلتھ یہ فرمائیں کہ اس کے لئے وہ کیا کر رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر صحت صاحب!

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں تھوڑی سی اس میں تصحیح کرنا چاہتا ہوں۔ حکومت پنجاب نے last year rate contract کیا تھا، یہ پہلی دفعہ ہوا ہے۔ محکمہ صحت کی حد تک تمام ضروری ادویات، تقریباً 145 main medicines کا ہم نے rate contract کیا تھا جو کہ تمام اضلاع پر لاگو ہے اس سے پہلے کے حالات واقعی بہت خراب تھے۔ Ampiciline کی دوائی ایک ضلع 300 روپے میں

خرید رہا تھا، دوسرا 200 روپے میں خرید رہا تھا اور یہ جو price differential ہے اس کا بوجھ بنیادی طور پر مریض پر جاتا تھا تو ہم نے 2004 last year میں ان ادویات کے لئے ایک rate contract کیا تھا اور through out the Punjab ایک uniform price مقرر کی گئی ہے۔ ہمارے اضلاع کے تمام ہسپتالوں اور autonomous ہسپتالوں میں بھی اسی پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔ ادویات کی فہرست 150 سے کہیں زیادہ ہے، پاکستان میں تقریباً over 2000 registered medicines ہیں۔ جو ضروری ادویات ہیں، جو most commonly used medicines, anti-biotics وغیرہ ہیں ہم نے ان کے لئے یہ rate contract کیا تھا۔ فی الحال یہ contract باقی ادویات تک extend نہیں کرتا لیکن معزز رکن کی تحریک کے بعد ہم نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے اور اس کمیٹی کا جو terms of reference, purview ہے وہ much broader ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ یہ ان تمام ادویات پر لاگو ہو اور صرف محکمہ صحت کے ہسپتالوں پر ہی نہیں بلکہ محکمہ اوقاف کے ہسپتالوں، سوشل سکیورٹی کے ہسپتالوں پر بھی لاگو ہو۔ ان تمام ہسپتالوں میں اس کمیٹی کی سفارشات پر عملدرآمد ہوگا اور یہ معاملات کافی بہتر ہو جائیں گے۔ محکمہ صحت نے last year اپنے طور پر most common medicines کے لئے already rate contract کیا ہوا ہے اور پورے صوبے میں ایک ہی قسم کا rate ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! میں یہ درخواست کروں گی کہ جب تک اس کمیٹی کی رپورٹ نہیں آتی ہے یا یہ کمیٹی اپنی سفارشات نہیں دیتی اس وقت تک میری تحریک کو pending کیا جائے کیونکہ یہ صوبے کے عوام کے مفاد سے متعلقہ بات ہے۔ میں یہ بھی کہوں گی کہ اس کمیٹی کی رپورٹ کے بارے میں ایوان کو بھی آگاہ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر صاحب بڑے competent minister ہیں اور انہوں نے جو بات کی ہے اس پر عملدرآمد بھی کروائیں گے کیونکہ I think whatever he says he means it اس لئے you should not worry about it. دوسرا وزیر صحت آپ کو اس حوالے سے confidence میں بھی لیں گے۔ so I dispose of this motion.

جناب جہانزیب امتیاز گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! ابھی کچھ دیر پہلے مجلس استحقاق کی working کے حوالے سے بات ہو رہی تھی اور ملک احمد خان حسب عادت ایک پھوکا فائر نکال کر باہر چلے گئے ہیں۔ میں اس سلسلے میں ایک بات کرنی چاہتا ہوں۔ اگر ان میں moral courage ہے تو وہ اندر ہاؤس میں آئیں اور میری بات سنیں۔ میں نے ایک تحریک استحقاق جیل سپرنٹنڈنٹ اور آئی۔جی جیل خانہ جات کے خلاف دی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ استحقاق کمیٹی ایک سفارشیوں کا ٹولہ ہے۔ with few exceptions

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی سفارشیوں کا ٹولہ نہیں ہے۔

> All are Honourable Members of the House who have been put into that committee whether it is a Privilege Committee or some other committee

جتنی بھی کمیٹیاں ہیں سب میں ایک نہ ایک ممبر ہے۔ اب اگر وہ اپنا part play نہیں کر سکتے، رول ادا نہیں کر سکتے تو .that is their personal thing یہ کسی کی سفارش پر نہیں آئے، سب ممبران کو یہ موقع دیا گیا ہے۔ یہ کمیٹیاں ہاؤس کی طرف سے بنائی گئی ہیں اور اس کو آپ سفارشی ٹولہ مت کہیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! سفارشی ٹولے سے مراد یہ نہیں ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ سفارشیں کرتے ہیں۔ آفیسرز کے خلاف جو تحاریک آ جاتی ہیں یہ ان کے سفارشی بن جاتے ہیں۔ اب ملک صاحب کی بات دیکھئے۔ میں نے جو تحریک استحقاق move کی تھی جب آئی۔جی جیل خانہ جات، پرویز رحیم راجپوت کو ایک بہتر assignment دے دی گئی، جب وہ ان کی range میں جا کر D.I.G لگے تو next استحقاق کمیٹی کی میٹنگ میں یہ آئے اور میٹنگ کے دوران He asked for a pardon انہوں نے مجھے request کی کہ میری دوسرے کمرے میں آکر بات سنیں۔ مجھے یہ وہاں پر لے گئے ادھر جا کر انہوں نے کہا کہ میں آپ کی منت کرتا ہوں، میں آپ سے request کرتا ہوں کہ تم D.I.G کو چھوڑ دو کیونکہ اسے بہتر assignment مل گئی ہے۔ ملک جو کہ سپرنٹنڈنٹ جیل ہے، میرا اعزیز بھی ہے ہم اس کو مل کر رگڑتے ہیں۔ This is how he behaved یہ اس طرح کی تو باتیں کرتے ہیں۔ پھر ادھر آکر بات کر کے بھاگ جاتے ہیں۔ جناب آپ کے پارلیمانی سیکرٹریز اور یہ کمیٹی صرف لوگوں کی بھاگ بھاگ کر سفارش کرنے کے لئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ واقعی یہ بالکل سفارشیوں کا ٹولہ ہے with few exceptions اور ملک

صاحب کو چاہئے کہ اپنی یہ عادت بدلیں، یہ پھوکے فائر نکال کر باہر لابی میں بیٹھ جانا مناسب نہیں ہے۔ بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: This is no point of order. جی، سیال صاحب!

جناب نجف عباس سیال: جناب سپیکر! ملک احمد خان اس وقت ہاؤس میں موجود نہیں ہیں۔ معزز رکن کو چاہئے تھا کہ جس وقت وہ ہاؤس میں بیٹھے ہوتے تب بات کرتے۔ دوسرا ایسے بیسیوں cases ہیں کہ جن میں ان کے معزز ممبران جو کہ استحقاق کمیٹی میں موجود ہیں وہ بھی ہمارے حکومتی ممبران کو request کرتے ہیں۔ یہ کوئی ایک ملک صاحب کا قصور نہیں ہے۔ ملک صاحب جس وقت ایوان میں آئیں گے تو ان کو جواب دے کر مطمئن کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ اس بحث میں الجھ کر اپنے معزز ممبران کی خود ہی تضحیک کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف ایسی باتیں کرنے سے کسی کا فائدہ نہیں ہو رہا۔ یہ ذاتی معاملات ہیں،

This is nothing to do with the Punjab Assembly. These are the personal issues. For God sake do not bring personal issues over here.

MR JEHANZEB IMTIAZ GILL: Mr Speaker! This is not a personal issue, this is the ground reality.

MR DEPUTY SPEAKER: May be a ground reality but I would not allow these things to take place here.

میرے خیال میں lets go down to very important issue.

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! میں نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

MR DEPUTY SPEAKER: Time is extended for another half an hour.

جی، مخدوم صاحب فرمائیے!

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! وقفہ سوالات کے دوران سوال نمبر 5723 اٹھایا گیا تھا جو کہ دریائے راوی میں فیکٹریوں کے زہریلے پانی کی ملاوٹ سے پیدا شدہ مسائل کے بارے میں ہے۔ یہ سوال میرے محکمہ کے علاوہ دوسرے محکمہ جات سے بھی متعلقہ تھا۔ لہذا میں درخواست کرتا ہوں کہ اس سوال کے حوالے سے آپ نے جو remarks دیئے ہیں کہ محکمہ ماحولیات کو چارج شیٹ کیا

جائے" وہ expunge کر دیئے جائیں، انہیں withdraw کر لیا جائے۔ اس کے متبادل طور پر تاکید کی جائے کہ آئندہ جوابات بہتر طور پر پیش کئے جائیں۔ اس سوال کا تعلق واسا، پبلک ہیلتھ اور ہاؤسنگ سے بھی ہے۔ اگر میں پہلو تہی کرتا تو جواب نہ دیتا اور کہہ دیتا کہ یہ میرے محکمہ سے متعلقہ نہیں ہے لیکن میں نے اس سوال کا جواب دیا اور بتایا کہ واسا اس پر کام کر رہا ہے۔ اس کے لئے 14۔ارب روپے چاہئیں۔ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ اپنے remarks کو withdraw کر لیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! مجھے معلوم نہیں کہ وزیر ماحولیات کیا مخول کر رہے ہیں لیکن میں ایک سنجیدہ بات آپ کی وساطت سے ان سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس ایوان نے نیو مری ڈویلپمنٹ اتھارٹی ایکٹ پاس کیا۔ اس کا کیا بنا، میں ان سے یا حکومت کے کسی بھی ذمہ دار وزیر سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ 42۔ارب روپے کے اس منصوبے کا موجودہ status کیا ہے؟ عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ وزیر ماحولیات اس بارے میں کیا کچھ کر رہے ہیں؟ سپریم کورٹ نے بھی اس حوالے سے suo moto نوٹس لیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وقفہ سوالات کے وقت آپ ایوان میں موجود نہیں تھے، اگر آپ اس وقت سوال کرتے تو وزیر صاحب شاید جواب دے دیتے۔ Let's go to basic task. اب ہم non-official business شروع کرتے ہیں۔

مسودات قانون

(جو پیش ہوئے)

مسودہ قانون (ترمیم) بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی مصدرہ 2004

MR DEPUTY SPEAKER: Now we take up the University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004. Mr Tanvir Ashraf Kaira Sahib!

MR TANVIR ASHRAF KAIRA: Sir, I move that:

> The University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004, as recommended by Standing

Committee on Agriculture, be taken in to consideration at once.

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is that:

The University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004, as recommended by Standing Committee on Agriculture, be taken in to consideration at once.

MINISTER FOR EDUCATION: I oppose it, sir. But I would like to make a request here.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر تعلیم: Sir it was also decided in the last sitting کہ اس کا جواب محترم وزیر زراعت دیں گے but I am sorry کہ ان کی طرف سے in writing چھٹی آئی ہوئی ہے اور آپ نے ہی منظور کی تھی۔ وہ relief work کے لئے وہاں تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ سپیکر پنجاب اسمبلی کے نام ان کی ایک درخواست آئی ہوئی ہے لہٰذا اسے pending کر دیا جائے تو بہتر ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ہاں! درخواست آئی ہوئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کیا کوئی منسٹر اس طرح سے چھٹیاں لے کر ہاؤس کے بزنس کو adjourn کروا سکتا ہے؟ رولز اس بات کو permit نہیں کرتے۔ اگر متعلقہ منسٹر کسی وجہ سے مصروف ہیں تو ان کی جگہ ان کا پارلیمانی سیکرٹری ہوتا ہے۔ اگر پارلیمانی سیکرٹری بھی موجود نہ ہو تو پھر دوسرے منسٹرز اور پارلیمانی سیکرٹریز ہوتے ہیں۔ اب یہاں پر تقریباً 83 بندے بیٹھے ہیں اور پھر بھی یہ چھٹیاں لے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن چونکہ آج کل حالات اس قسم کے ہیں۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کون سے حالات ہیں؟ یہاں پر ایسے کوئی حالات نہیں ہیں۔

MR DEPUTY SPEAKER: Ministers have to take the assignment in all the earthquake areas.

رانا ثناء اللہ خان: ٹھیک ہے۔ان کے پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔دوسرے منسٹرز ہیں لیکن چھٹی لے کر ہاؤس کے بزنس کو adjourn کروانا، رولز اس کو permit نہیں کرتے۔

وزیر خوراک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! آپ کے علم میں ہے کہ انہوں نے آپ کے سیکرٹریٹ کو inform کیا ہے اور درخواست بھیجی ہے اور وجوہات یہ لکھی ہیں کہ زلزلہ زدگان کے لئے انہیں اوپر سے assignment ملی ہے۔اس وقت ملک میں ایمرجنسی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان کی درخواست پڑھ دوں کہ انہوں نے وجوہات کیا لکھی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، پڑھیں۔

MINISTER FOR FOOD: Federal Relief Commissioner Pakistan, through Chief Secretary Punjab, has demanded a sufficient number of petty stocks for use in the earthquake-affected Northern area and in District Mansehra for relief measures. The honourable Minister for Agriculture is very much busy to arrange petty stocks to meet the task-assignments by the Federal Relief Commissioner that's why he is not available to participate in the discussion of the subject Bill. It is, therefore, earnestly requested that the discussion on the subject Bill may kindly be adjourned for the next time.

جناب والا! یہ انہوں نے لکھ کر بھیجا ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: I think it is a genuine request.

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! انہوں نے جس cause کی بات کی ہے اس سے پورا ملک concerned ہے۔ہمیں بھی پورا concern ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہاؤس کے بزنس کے لئے منسٹرز کو اسی لئے پارلیمانی سیکرٹری دیئے جاتے ہیں اور اس کے بعد پھر minister concerned کی گنجائش ہے کہ اگر وہ نہیں ہیں تو ان کی جگہ کوئی دوسرا منسٹر بزنس conduct کر سکتا ہے لیکن یہ روایت ڈال رہے ہیں کہ منسٹر صاحب چھٹی پر ہیں ان کی درخواست دیں اور بزنس adjourn ہو جائے یہ غلط ہے، اسے رولز permit نہیں کرتے، ایسا نہیں ہو سکتا۔

وزیر خوراک: He is on business. He is not on leave. وہ چھٹی پر نہیں ہیں بلکہ وہ تو ایمرجنسی میں کام کر رہے ہیں۔ چونکہ ان کا subject ہے، ان کا محکمہ ہے اس لئے وہ خود اس پر بات کرنا چاہتے ہیں بلکہ ان کو تو appreciate کرنا چاہئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری بھی اتنا ہی competent ہے۔ وہ بھی اسی ہاؤس کا ممبر ہے۔ اگر اسے منسٹر بنا دیا جائے تو وہ بھی ڈیپارٹمنٹ کو run کر سکتا ہے تو بتایا جائے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کدھر ہیں؟ یا تو ان کی چھٹی کی درخواست لے آئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: In any case میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وہ علیحدہ بات ہے لیکن ان سے پارلیمانی سیکرٹری کا پوچھ لیں کہ کیا وہ بھی چھٹی پر ہیں؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! بعض اوقات ان کی طرف سے بھی اس طرح request آتی ہے تو ہم اسے honour کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ کوئی debatable point نہیں ہے۔ انہیں ہمارے ساتھ agree کرنا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: صحیح بات ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: اپوزیشن اور گورنمنٹ کا فرق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: In any case میں کائرہ صاحب سے request کروں گا کہ Let's pend this till the minister comes اسے pending کیا جاتا ہے۔

وزیر/ چیف وھپ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

وزیر/ چیف وھپ: جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں کہ جیسے آپ نے پچھلی دفعہ کیا تھا کہ اسے پہلے نمبر پر لے کر آئے تھے۔ اگر بار بار منسٹر صاحب نہ آئیں تو پھر آپ آئندہ کے لئے کم از کم یہ تو کر دیں کہ اگر وہ نہیں آ رہے تو پھر ان کے پارلیمانی سیکرٹری آ جائیں تاکہ یہ مسئلہ کسی طریقے سے حل ہو جائے۔

مسودہ قانون (تنسیخ) شادی تقریبات (امتناع نمود و نمائش اور مسرفانہ اخراجات) پنجاب مصدرہ 2005

جناب ڈپٹی سپیکر: Anyhow اسے دوبارہ first priority پر take up کیا جائے گا۔

Next is the Punjab Marriage Functions (Prohibition of Ostentatious Displays and Wasteful Expenses) (Repeal) Bill 2005. This is again by Mr. Tanveer Ashraf Kaira.

MR TANVIR ASHRAF KAIRA: Sir, I move

> "That leave be granted to introduce the Punjab Marriage Functions (Prohibition of Ostentatious Displays and Wasteful Expenses) (Repeal) Bill 2005."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is :

> "That leave be granted to introduce the Punjab Marriage Functions (Prohibition of Ostentatious Displays and Wasteful Expenses)(Repeal) Bill 2005."

MINISTER FOR EDUCATION: I oppose it, sir.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کائرہ صاحب! short statement دیں۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر! آئین کے آرٹیکل 143 کے مطابق کوئی بھی صوبہ وفاقی قانون سے متصادم قانون نہیں بنا سکتا۔ 2003 میں حکومت پنجاب نے اسمبلی سے شادی بیاہ کے موقع پر کھانوں کے حوالے سے ایک قانون بنوایا جس کے تحت ولیمہ کے موقع پر کھانے کی اجازت دی گئی حالانکہ اس سلسلے میں 2002 سے وفاقی حکومت کی طرف سے آرڈیننس موجود تھا جس کے تحت کھانے پر مکمل پابندی تھی۔ اس طرح وفاقی قانون سے تصادم کی بناء پر یہ غیر آئینی تھا۔ اس بناء پر اسے عدالت میں چیلنج کیا گیا اور عدالت عظمیٰ نے 5۔ نومبر 2004 کو صوبائی قانون کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے کالعدم قرار دے دیا۔ بعد ازاں inter court appeal کی گئی لیکن وہ بھی مسترد ہو گئی۔ سپریم کورٹ کی جانب سے کالعدم قرار دیئے جانے کے بعد ضروری تھا کہ اس قانون کو پنجاب اسمبلی سے repeal کروایا جاتا کیونکہ اسے اسی اسمبلی نے پاس کیا تھا۔

جناب سپیکر! یاد رہے کہ عدالت کسی قانون کو کالعدم تو قرار دے سکتی ہے لیکن اسے منسوخ کرنے کا اختیار اس کے پاس نہیں ہے۔ یہ کوئی پہلا کیس نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی 1998 میں Provincial Motor Vehicles Ordinance 1965 میں ایک ترمیم کے ذریعے فرنچائزڈ سسٹم متعارف کروایا گیا لیکن اس ترمیم کو بھی عدالت میں چیلنج کر دیا گیا اور سپریم کورٹ نے اس ترمیم کو کالعدم قرار دیا۔ سپریم کورٹ کے فیصلے پر عملدرآمد کرانے کے لئے پنجاب حکومت نے ہنگامی بنیاد پر اسی سال یعنی 2005 میں آرڈیننس جاری کیا اور پھر اسے صوبائی اسمبلی سے پاس کروایا۔ جہاں تک اس قانون کو منسوخ کرنے یا اس کے اثرات کا تعلق ہے تو میں نے اس مسودہ قانون میں ایک saving clause بھی دی ہے جس کے تحت اس صوبائی قانون کے تحت کئے گئے تمام اقدامات کو قانونی تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس تفصیلی وضاحت کے بعد وزیر صاحب کے پاس اسے oppose کرنے کی وجہ نہیں رہ جاتی۔ لہذا میری گزارش ہے کہ اسے کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ ایک معزز ایوان ہے and is supposed to be run under certain rules. اب بات یہ ہے کہ یہ مسودہ قانون منسٹری آف لا سے متعلقہ ہے۔ کوئی similarity کوئی parity تو ہونی چاہئے۔ آج ہم ایک مذاق کی صورت میں ہاؤس چلا رہے ہیں۔ ایک بار تو کہتے ہیں کہ لاء منسٹر صاحب چھٹی پر ہیں۔ لہذا چونکہ concerned minister نہیں ہیں تو اس بزنس کو adjourn کر دیا جائے۔ میرے خیال میں اس ہاؤس کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک منسٹر کی درخواست آ گئی کہ چونکہ وہ چھٹی پر ہیں اس لئے ان کا بزنس pending کر دیا جائے۔ اب یہ بل لاء منسٹر کے متعلقہ ہے لیکن اس کا جواب وزیر تعلیم دے رہے ہیں۔ کوئی similarity تو ہونی چاہئے۔ ہم آج کے ہی بزنس میں کچھ similarity لے آئیں کہ چلو آج جو منسٹر چھٹی پر ہیں ان کے متعلقہ بزنس کو pending کر دیا جائے۔ یہ میری نظر میں تو against the rules ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ پارلیمانی سیکرٹری ہوتا ہے، دوسرے منسٹر ہوتے ہیں لیکن اگر انہوں نے Chair سے آج یہ رولنگ ہی لی ہے تو پھر کم از کم اس کو ہی تسلیم کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا رولنگ دلوائی ہے جی؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! رولنگ یہی دلوائی ہے کہ منسٹر صاحب چھٹی پر ہیں للذا ان کا بزنس pending ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، انہوں نے کوئی ایسی رولنگ نہیں دلوائی۔ یہ آپ کی رولنگ ہے، میری رولنگ نہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! تو پھر آپ نے پہلے والا مسودہ قانون کیسے pending کیا؟ منسٹر صاحب کی application تھی ناں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: رولنگ میں نے کوئی نہیں دی۔

رانا ثناء اللہ خان: چلو، آپ نے ویسے pending کر دیا۔ اب یہ لاء منسٹر صاحب کا جواب ایجوکیشن منسٹر صاحب کیسے دے رہے ہیں؟ اسی بات کو آپ لے لیں تو اس کو بھی آپ پھر pending فرما لیں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! تنویر اشرف کائرہ صاحب یہاں پر جو amendment لے کر آئے ہیں۔ یہ بالکل صحیح فرما رہے ہیں۔ یہ سپریم کورٹ کی instructions تھیں جن کے تحت یہ law repeal ہونا تھا اور پھر صوبوں نے اس کو نیا لاء بنانا تھا، because Federal Law already exist کرتا ہے اور جب Federal Law exist کرے تو provinces اس کو take up نہیں کر سکتے۔ for the information of the Chair and as well as the Honourable House یہ جو proposed Bill تھا which has been admitted by Mr. Speaker اور چونکہ حکومت خود repeal act لے کر آرہی ہے اور اس کو already submit کروا دیا گیا ہے یہ میں تھوڑا سا پڑھ دیتا ہوں۔

> The proposed Bill which has been admitted by Mr. Speaker under Rule- 89 of Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and has already been taken by the Law Department for repeal as soon as it is received, it shall be presented to Cabinet for the process in accordance with law.

تو جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب کا point بالکل ٹھیک ہے لیکن حکومت نے already اس کو take up کر لیا ہے اور Chair نے اس کو admit بھی فرما دیا ہے۔ اس قانون کی تیاری ہو رہی ہے اور یہ Cabinet سے approval کے لئے جائے گا۔ پھر یہ ہاؤس میں lay ہوگا اس کے بعد یہ repealing بنے گا تو لہذا میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کی ابھی کوئی گنجائش نہیں۔ ہاں یہ ہے کہ اگر اس میں ان کا کوئی مشورہ ہے تو ہم انہیں ساتھ ملالیں گے۔ شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ ہماری قانون سازی کا آپ اس سے اندازہ لگا لیں۔ فاضل منسٹر نے بھی تسلیم کیا ہے اور میرے فاضل بھائی نے بالکل درست یہ amendment دی تھی۔ ایک قانون اس اسمبلی نے پاس کیا ہے اسے سپریم کورٹ نے ختم کر دیا ہے۔ دوسرا نیومری کے حوالے سے یہاں قانون سازی کی تھی اسے بھی سپریم کورٹ نے روک دیا ہے اس پر بھی وہاں پر عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ ہم نے جو دیگر مسودات قانون پاس کئے ہیں ان میں ایک Smoking Bill تھا اس پر ایک دھیلے کا عملدرآمد نہیں ہو رہا تو گورنمنٹ کی طرف سے جو قانون سازی کی جاتی ہے یہ ایک مذاق ہے۔ اس کے بارے میں سنجیدگی کے ساتھ کچھ سوچا نہیں جاتا، کچھ دیکھا نہیں جاتا کہ کیا قانون سازی کرنی ہے اور یہاں پر اپنی اکثریت کے بل بوتے پر تیزی سے اسے منظور کروا لیتے ہیں۔ اس کے بعد کچھ چیزیں سپریم کورٹ سے reject ہو جاتی ہیں اور کوئی پبلک میں، تو اس طرح سے قانون کی کوئی حیثیت ہی نہیں بنتی ہے۔ اس پر بھی میں درخواست کروں گا کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو قانون سازی کی جاتی ہے اس پر دس دفعہ سوچنا چاہئے۔ اوپر سے فیصلہ آ جاتا ہے اور ایک منٹ میں یہاں پر قانون پیش کر دیا جاتا ہے۔ آج گورنمنٹ کے بزنس میں بھی آپ نے جو مدرسہ آرڈیننس میں amendment کا بل رکھا ہوا ہے وہ جب یہاں پیش ہوگا تو میں اس کے بارے میں آپ کو بتاؤں گا کہ اس کو بھی حکومت تیزی سے پاس کرنا چاہتی ہے حالانکہ وہ قانون 1860 کا بنا ہوا ہے اور وہ سارے کا سارا ایکٹ revise ہونے والا ہے لیکن اس میں ایک چھوٹی سی amendment یہاں پر پیش کی جا رہی ہے تو میں ارباب اختیار سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس بات پر غور فرمائیں کہ ان کی قانون سازی کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ کوئی سپریم کورٹ میں جا کر ختم ہو رہی ہے، کسی پر پبلک میں عملدرآمد نہیں ہو رہا تو انہیں اس بات پر غور کرنا چاہئے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ صوبائی اسمبلی نے record legislation کی ہے اور یہ ایک law matter تھا۔ ایسا لاء جس کا law federal کے ساتھ

legislation پر جو یہاں ہیں لوگ ایسے ہزاروں بات ہے۔ قانونی ایک تو یہ ہو رہا ہے conflict ہوتی ہے وہ اس کے خلاف کورٹس میں چلے جاتے ہیں۔ اپیلیں کرتے ہیں، writ petitions ہوتی ہیں تو یہ ایک سارا قانونی سسٹم ہے لیکن یہاں پر اتنی بات کہنا ضروری ہے کہ قانون سازی آپ کی موجودگی میں یہاں پر ہوتی ہے۔ سارے honourable Members اس میں deliberate کرتے ہیں، وہ for an again اپنی recommendations لے کر آتے ہیں، first reading ہوتی ہے، second reading ہوتی ہے، سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس جاتا ہے، کیبنٹ اس کو لے کر آتی ہے تو یہ کوئی مذاق والی بات نہیں ہے، سارا ایک rule ہے۔ لاء بنانا is something else اور لاء کی implementation that is another aspect تو میں ان سے گزارش کروں گا کہ ہم لوگ انہی کی لائی ہوئی amendments adopt کرتے ہیں، اُنہی کی لائی ہوئی amendments کو ہم unanimous legislations کر کے اس کو legislate کرتے ہیں تو میں بڑے مودبانہ انداز میں کہوں گا اور خاص طور پر اس issue پر جو ابھی تنویر اشرف کائرہ صاحب نے اٹھایا ہے اس کو گورنمنٹ نے already take up کیا ہوا ہے۔ آپ نے اس کو admit کیا ہوا ہے، کیبنٹ میں یہ جائے گا تو ابھی اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جس طرح کہ احسان اللہ وقاص صاحب نے بھی پہلے وضاحت کی ہے کہ اس ہاؤس نے کوئی 44 کے قریب مسودات قانون منظور کئے ہیں۔ independent bill بھی پیش کئے ہیں اور اس میں amendments بھی پیش کی ہیں۔ ہم جو amendments انہیں دیتے ہیں اور اس پر ہم ان سے یہ request بھی کرتے ہیں اور یہاں پر بھی جتنی efforts ہوتی ہیں ہم کہتے ہیں کہ خدا کے لئے اس کو دیکھ لیں، اس کو پرکھ لیں، اس کو تھوڑا سا پبلک میں جانے دیں اور جب کچھ لوگوں کی رائے آ جائے گی تو اس کے بعد آپ اس کو قانون بنائیں۔ یہ پنجاب کا سب سے معزز اور مقدس ہاؤس ہے اگر یہاں پر کوئی قانون پاس ہوتا ہے یا کوئی بل پاس ہوتا ہے اور اس کی تذلیل ہاؤس سے باہر ہوتی ہے تو یقین کیجئے اور میں بڑی معذرت سے کہوں گا کہ وہ اس ہاؤس کی تذلیل ہے۔ یہاں پر جب انہوں نے شادیوں پر کھانے کی پابندی کا قانون بنایا تھا تو ہم نے اس وقت بھی ان سے request کی تھی کہ میاں محمد شہباز شریف کے دور میں سب سے اہم point جس پر لوگوں نے ان کی پذیرائی کی تھی، لوگوں نے انہیں بہت appreciate کیا تھا کہ شادیوں پر انہوں نے کھانا منع کر دیا تھا۔ غریب لوگ جو اپنی جوان بیٹیاں گھروں میں لے کر بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے اس پر خدا کا شکر

ادا کیا تھا اور ہم نے ان سے چیخ چیخ کر کہا تھا کہ اس کو as it is رہنے دیں لیکن انہوں نے اس وقت تو اس پر عمل نہیں کیا اور پھر سپریم کورٹ نے وہی قانون ان پر لاد کر رکھ دیا کہ یہ لو، یہ قانون اپنے پاس رکھو۔ میں ان سے کہوں گا کہ قانون بنانا اسمبلی کا کام ہے لیکن قانون کا نفاذ کرنا ان کا کام ہے، ہمارا کام نہیں ہے۔ ان کا وہاں پر احترام نہیں ہوتا، قانون پر عملدر آمد نہیں ہوتا تو اس ہاؤس کی تذلیل ہوتی ہے۔ میں ان سے کہوں گا کہ یہ ہاؤس کو صرف یقین دہانی کرا دیں کہ یہ اس پر مسودہ قانون کب لانا چاہتے ہیں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! جس قانون اور جس implementation کی بگو صاحب نے یہاں پر بات کی ہے۔ Parliamentary form of Government میں اس کی بڑی خوبصورتی ہے یہ جو ہماری پبلک اکاؤنٹ کمیٹی ہے، یہ کمیٹیاں اسی لئے قائم کی جاتی ہیں اور ان کمیٹیوں کی sanctity کو ممبران نے ہی safe guard کرنا ہے اور ان کی importance کو اجاگر کرنا ہے۔ اس Parliamentary form of Government میں یہ وہ check and balance ہے جس کے ذریعے آپ اس آفیسر کو answerable and cognisable بناتے ہیں اور اس کو پبلک اکاؤنٹ کمیٹی اور Privilege Committee کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ ابھی یہاں پر Privilege Committee کے بارے میں جو ریمارکس دیئے گئے وہ سب نے سنے تو جب تک ہم نے ان اداروں اور ان کمیٹیوں کو powerful نہیں رہنے دیں گے، جب تک ہم پی۔اے۔سی کے issue ہونے والے directives کو total letirance پر implement نہیں کریں گے تب تک good governance نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ نے good governance کرانی ہے تو آپ کو ان اداروں کی sanctity کو safe guard کرنا پڑے گا۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس قانون کے حوالے سے آج جو بات ہو رہی ہے اگلے اجلاس میں ہم اس کو ہاؤس میں ضرور lay کر دیں گے۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ گورنمنٹ کے پاس پورا ایک سال تھا۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ 2004 میں آیا تھا اور گورنمنٹ نے اب تک اس کو take up نہیں کیا۔ اب اس قانون کو صرف repeal کرنے کے لئے میں نے یہ دیا ہے اور repeal کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ چاہے پرائیویٹ ممبر پیش کر دیتا ہے۔ میری طرف سے پہلے پیش ہوا ہے اس لئے ان کو accept کرنا چاہئے۔ یہ اپنی سفارشات کمیٹی کے اندر پیش کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس بل کو کمیٹی میں بھیجنا چاہئے اور پرائیویٹ ممبر کو discourage نہیں کرنا چاہئے کہ جو Bills پر اتنی محنت کرتے ہیں

اور یہاں پرBillsکوkillکیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ ایسے مواقع کم ہی آتے ہیں کہ جب قانون سازی کے اندر کسی ایک چیز پر اتفاق ہوتا ہے ورنہ بالعموم آپ دیکھتے ہیں کہ گورنمنٹ کوئی چیز پیش کرتی ہے تو ہمopposeکرتے ہیں۔ ہماری طرف سے کوئی چیز آتی ہے تو وہ اس کو opposeکرتے ہیں۔ یہ سلسلہ اس طرح چلتا ہے کبھی کبھی کوئیconsensusہوتا ہے۔ اس میں پہلی دفعہ ایسی بات آئی ہے کہ گورنمنٹ بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ اس کوrepealہونا چاہئے اور ہمارے فاضل ممبر نے بھی یہی بات پیش کی ہے کہ اس کوrepealکیا جائے۔ اس حوالے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو عزت بے عزتی کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے۔ یہ ایک اچھاgestureآنا چاہئے کہ اپوزیشن نے کوئی چیز پیش کی ہے تو اسے گورنمنٹ نے قبول کیا ہے۔ یہ ایک اچھا gestureہے۔ اس لئے میں عمران مسعود سے گزارش کروں گا کہ اس کوopposeنہ کریں اور آنے دیں۔ آپ بھی جو چیز پیش کریں گے کمیٹی اس کو زیر غور لے آئے گی۔ یہ بھی اس کے ساتھ ہی آجائے گا اور ایک اچھا ماحول اس حوالے سے پیدا ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس پر بحث ہو چکی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عمران مسعود صاحب نے جو تجویز دی ہے۔ اگر آپ دونوں اس پر متفق ہوں تو بہتر ہوگا بجائے اس کے کہ یہ ہاؤس میںputکی جائے اورkillہو جائے۔ اس لئے افہام و تفہیم سے کام لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر! میں نے پہلے مسودہ قانون پیش کیا ہے۔ لہذا ان کو چاہئے کہ یہ میرا ساتھ دیں۔

وزیر تعلیم: میں معزز ممبر کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم ان سے رابطہ رکھیں گے۔ ان سے میرا ویسے بھی رابطہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ان کےviewsسن لیں۔

وزیر تعلیم: میں نے ان کےviewsسنے ہیں۔ انہوں نے اپنیshort statementمیں اپنے viewsدیئے ہیں۔ یہاں پرduplicationہو رہی ہے۔ اگر ہم اس کو ابھیadoptکر لیں تو جو ہم نےadopt procedureکیا اس کا کیا بنے گا اس لئے میں ان سے گزارش کروں گا کہ یہ اس کوpressنہ کریں۔ جب کمیٹی بنے گی اورmeetکرے گی تو ہم ان کو بلا لیں گے۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر! میں اگر بل بعد میں دوں تو پھر duplication ہو گی لیکن duplication تو تب ہو گی جب یہ مسودہ قانون اسمبلی میں دیں گے۔ میرا مسودہ قانون اسمبلی میں پہلے آیا ہے لہذا اس کو کمیٹی کو refer کرنا چاہئے اور کمیٹی میں گورنمنٹ جو بھی سفارشات دیتی ہے، وہ دے دے۔ کمیٹی بھی ہاؤس کی کمیٹی ہے کوئی باہر کی نہیں ہے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میری بڑی مؤدبانہ گزارش ہے کہ جو بل زیر غور ہے یہ کابینہ کی منظوری کے لئے کابینہ کے سامنے پیش ہوگا۔ اس کے بعد ہاؤس میں آئے گا۔ اس میں عمران مسعود صاحب سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ ان کی جو input ہے اس کو ساتھ شامل کیا جائے تاکہ مسئلہ افہام و تفہیم سے جیسے آپ نے فرمایا ہے اسی طرح حل ہو جائے۔ یہ اس کا بہتر حل ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا یہ ٹھیک ہے؟

جناب تنویر اشرف کائرہ: ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کائرہ صاحب withdraw کرتے ہیں اس لئے اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی برادری والوں کا حکم مانا ہے، ہمارا نہیں مانا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے محکمہ ماحولیات کے متعلق ایک رولنگ دی تھی۔ اس پر میں نے ان کو تنبیہہ کی تھی کہ وہ جوابات درست دیں۔ وزیر ماحولیات اور سیکرٹری ماحولیات میرے چیمبر میں آئے تھے and they have assured کہ in future جو جوابات related to their department ہوں گے only those will be put in the House اور جو ان کے department کے نہیں ہیں ان کے بارے میں یہ جو unnecessary جوابات آج پیش کئے گئے ہیں۔ اس میں they will not interfere تو as such وہ جو remarks تھے that were only meant for the betterment of the working of the department and I would like to bring it in the House... میں ان ریمارکس کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں کیونکہ ڈیپارٹمنٹ نے assurance دی ہے اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ:

> In future they should be careful and proper answers should be brought into the House. So in view of that I

would like to withdraw my remarks which I had already given and giving them a chance and other departments also to come up with genuine answers in the House. So those remarks should be expunged.

لہٰذا اب اجلاس بروز جمعہ مورخہ 21۔اکتوبر 2005 صبح نو بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔